صدائے جوہر

بزم طلبہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا ترجمان

JAMIA MILLIA ISLAMIA;

100 Hundred Years of History and Contributions

جامعہ ملیہ اسلامیہ: صدسالہ تاریخ اور خدمات

صدائے جوہر

بزم طلبہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا ترجمان

سرپرست:

پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد علی

مشیر:

ڈاکٹر محمد مشتاق

سپروائزر

ڈاکٹر محمد اسامہ

مجلس ادارت

مینجنگ ایڈیٹر: شفیع الرحمن خان

ایڈیٹر: ملک محمود

معاون ایڈیٹر:

عبد الماجد رحمانی، شہوار پرویز

نائب ایڈیٹر:

شہناز پروین، محمد یوسف

ممبران

انضام القیوم | محمد حسین | محمد خورشید | نورین فیض

محمد شمس الدین، علیزہ خان

* مضمون نگار کی رائے سے شعبہ اسلامک اسٹڈیز اور بزم طلبہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

بزم طلبہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا ترجمان

صدائے جوہر

2019-20

شعبہ اسلامک اسٹڈیز

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

دامانِ جوہر

پیغام	صدر شعبہ	5
پیغام	مشیر بزم طلبہ	6
پیغام	سپروائزر، صدائے جوہر	7
اداریہ	ملک محمود	8
جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام اور اغراض و مقاصد	محمد یوسف نظامی	9
شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی	عبدالرحمن	13
حکیم اجمل خاں	محمد رفیع	17
مولانا عبید اللہ سندھی: ایک مثالی شخصیت	نورین فیض	19
مولانا عبید اللہ سندھی: حیات و خدمات	آسیہ خاتون	20
مولانا اسلم جیراج پوری: مختصر تعارف	شہناز پروین	22
مولانا اسلم جیراج پوری: حیات و خدمات	آفرین رحمن	24
ڈاکٹر عابد حسین	شفیع الرحمن خان	27
شعبہ اسلامک اسٹڈیز--ایک تعارف	عبدالماجد رحمانی قاسمی	30
جامعہ اور ذرائع ابلاغ	محمد حسین	32
تعلیم نسواں کے فروغ میں جامعہ کا کردار	سجاد علی	35
ڈاکٹر ذاکر حسین میوزیم: مختصر تعارف	سدرہ خان	36
کھیل کے میدان میں جامعہ کی خدمات	انضمام القیوم اعظمی فلاحی	37

Content

Contribution of Zakir Hussain in Jamia Millia Islamia
Shehwar Parvez
(M. A. Final year)
Page No. 58

JAMIA MILLIA AT A GLANCE
AAISHA USMANI
(B.A, 1st year)
Page No. 60

D.R Zakir Hussain: His Educational Philosophy
Abreena Gulzar
(B.A, 1st year)
Page No. 61

PROFESSOR MUHAMMAD MUJEEB
Aliza Khan
(B.A, 1st year)
Page No. 62

SHEIKH UL HIND MAULĀNA MAḤMŪD UL ḤASSAN
Junaid Ahmad Khowaja
(M.A, Final year)
Page No. 65

Maulana Muhammad Ali Jauhar a man who chose the pen above the sword
Ariba Shabahat
(M.A, final year)
Page No. 68

"The contributions of JAMIA in the Independence struggle"
Ruqaiyya Fahim saifi
(B. A, 1st year)
Page No. 69

ANNUAL REPORT Subject Association 2019-2020
Junaid Ahmad Khowaja
Page No. 74

Annual Report of SADA-E-JAUHAR 2019-2020
Shafiur Rahman Khan
Page No. 76

بسم الله الرحمن الرحيم

JAMIA MILLIA ISLAMIA
(A Central University by an Act of Parliament)
Maulana Mohammad Ali Jauhar Marg, New Delhi-110025

जामिया मिल्लिया इस्लामिया
(संसदीय अधिनियमानुसार केन्द्रीय विश्वविद्यालय)
मौलाना मुहम्मद अली जौहर मार्ग, नई दिल्ली-११००२५
E-mail : mishaque@jmi.ac.in, Website : jmi.ac.in

جامعہ ملیہ اسلامیہ
(پارلیمانی ایکٹ کے تحت ایک مرکزی یونیورسٹی)
مولانا محمد علی جوہر مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

Department of Islamic Studies
Jamia Millia Islamia, New Delhi - 110025

डिपार्टमेंट आफ इस्लामिक स्टडीज़
जामिया मिल्लिया इस्लामिया, नई दिल्ली-११००२५

شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

Message of the Head

Knowledge means "Understanding". This understanding is required in thoughts, words and deeds. In the domain of knowledge we learn something, we unlearn something and we relearn something. Life Long Learning and All sides learning are the key for success. The formula to achieve success is:

Will + Beginning + Persistence = Result_ People do not lack strength they lack will. Beginning is always the toughest part of any work. Persistence unlocks potential and converts hardship into ease. Persistence is making small efforts each day, be patient with the process and focus on the path not the destination.

Nothing changes if nothing changes. If you do what you did, you will get what you got. Success is based on Mindset. The following approaches in mindset invite success:

I do what I think. I am Smart like me. I never fail, either I win or I learn. I Love what I do. I am what I do repeatedly.

I don't have to attend every argument I am invited to. I learn once and apply always. I always act never react. I forget the past, remember the lesson. I am very selective with who I am bad with. I don't harm others with my tongue and hands. I make my Life better not by chance but by change. I stop & reflect on my Life Choices. I teach myself.

I keep my mind with my body. I am insignificant in my own eyes. I stick to my Plan. I know when to start and when to stop. I know when to speak up and when to shut up. I know when to attach and when to detach. I know when to push myself or when to rest myself. I focus on myself not others. I compete with myself. I analyze or re-analyze my wants and needs. I forgive but never forget. I don't care what other people think. I am a combination of Selflessness and Selfishness. I Love all but Trust a few. I have a keen Eye for detail. I believe in myself. I am Patient.

I only complain my suffering and my grief to Allah. I put God first; everything falls into their proper place.

Prof. Dr. Syed Shahid Ali

JAMIA MILLIA ISLAMIA
(A Central University by an Act of Parliament)
Maulana Mohammad Ali Jauhar Marg, New Delhi-110025

जामिया मिल्लिया इस्लामिया
(संसदीय अधिनियमानुसार केन्द्रीय विश्वविद्यालय)
मौलाना मुहम्मद अली जौहर मार्ग, नई दिल्ली-११००२५
E-mail : mishaque@jmi.ac.in, Website : jmi.ac.in

جامعہ ملیہ اسلامیہ
(پارلیمانی ایکٹ کے تحت ایک مرکزی یونیورسٹی)
مولانا محمد علی جوہر مارگ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

Department of Islamic Studies
Jamia Millia Islamia, New Delhi - 110025

डिपार्टमेंट आफ इस्लामिक स्टडीज
जामिया मिल्लिया इस्लामिया, नई दिल्ली-११००२५

شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

پیغام

مجلّہ صدائے جوہر کا بنیادی مقصد طلبہ کی مخفی صلاحیتوں کو بیدار کرنا اوران میں نکھار پیدا کرنا ہے۔ یہ ایک دیواری مجلّہ ہے، جس کے ذریعے یہ کوشش ہوتی ہے کہ طلبہ وطالبات اس میں مضامین لکھیں اوران کے اندر زبانِ قلم سے اپنی بات کہنے کا سلیقہ پیدا ہوجائے۔ صدائے جوہر کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہ مجلّہ اپنے مشن میں بڑی حد تک کام یاب ہے، بہت سے طلبہ نے اس رسالے میں مشق کر کے تحریر و تصنیف کی دنیا میں قدم رکھا ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ ملک کا ایک نامور تعلیمی ادارہ ہے۔ رواں سال اس ادارے نے اپنا صد سالہ سفر مکمل کیا ہے۔ سو سال کے اس طویل دورانیے میں اس ادارے کی گراں قدر خدمات رہی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ بزم طلبہ، شعبہ اسلامک اسٹڈیز نے صدائے جوہر کے اپنے خصوصی شمارے کے لیے ''جامعہ ملیہ اسلامیہ: صد سالہ تاریخ اور خدمات'' کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ یہ بڑا مبارک اور خوش آئند اقدام ہے۔ میں اس میں تعاون دینے والے تمام طلبہ وطالبات کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے بہت بروقت اور بڑا مناسب فیصلہ کیا ہے، ساتھ ہی میں امید کرتا ہوں کہ صدائے جوہر کے اس شمارے کے ذریعے جامعہ کی سنہری تاریخ کے جو آفاق وگوشے منصۂ شہود پر آئیں گے وہ بعد والوں کے لیے حوالہ بن جائیں گے۔

Mushtaq

ڈاکٹر محمد مشتاق
مشیر، صدائے جوہر

JAMIA MILLIA ISLAMIA
(A Central University by an Act of Parliament)
Maulana Mohammad Ali Jauhar Marg, New Delhi-110025

जामिया मिल्लिया इस्लामिया
(संसदीय अधिनियमानुसार केन्द्रीय विश्वविद्यालय)
मौलाना मुहम्मद अली जौहर मार्ग, नई दिल्ली-११००२५
E-mail : mishaque@jmi.ac.in, Website : jmi.ac.in

جامعہ ملیہ اسلامیہ
(پارلیمانی ایکٹ کے تحت ایک مرکزی یونیورسٹی)
مولانا محمد علی جوہر مارگ، نئی دہلی۔110025

Department of Islamic Studies
Jamia Millia Islamia, New Delhi - 110025

डिपार्टमेंट आफ इस्लामिक स्टडीज
जामिया मिल्लिया इस्लामिया, नई दिल्ली-११००२५

شعبۂ اسلامک اسٹڈیز
جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔110025

پیغام

یہ جان کر بے انتہا خوشی اور اطمینان ہوا کہ نامساعد حالات اور مختلف مسائل کے باوجود گزشتہ برسوں کی طرح امسال بھی شعبہ کے طلبہ وطالبات اپنی قلمی کاوشوں کو 'صدائے جوہر' کے توسط سے منظر عام پر لا رہے ہیں۔ اس بار انہوں نے ''جامعہ ملیہ اسلامیہ: صد سالہ تاریخ اور خدمات'' کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ اس سال پوری آب وتاب اور کامیابی کے ساتھ اپنے سو سال پورے کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ اس تاریخی اور یادگار سال میں اس سے بہتر اور موزوں عنوان کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ وقت اور حالات اس بات کے شدید متقاضی ہیں کہ قوم وملت کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں کو اس عظیم الشان ادارے کی روشن تاریخ، اس کی گراں قدر خدمات اور بانیانِ جامعہ کی لازوال قربانیوں سے واقف کرایا جائے تاکہ وہ اپنی زندگیوں میں حتیٰ المقدوران سے روشنی حاصل کر سکیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ خصوصی شمارہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔ میں صدائے جوہر کے مدیر ملک محمود، شفیع الرحمان خان اور پوری مجلس ادارت کو اس کے لیے خصوصی طور پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، جن کی دلچسپیوں اور کوششوں سے یہ مجلّہ آن لائن شائع ہو رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی قلمی وعلمی صلاحیتوں میں مزید ترقی اور نکھار پیدا کرے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد اسامہ
سپروائزر، صدائے جوہر

اداریہ

کسی بھی قوم، ملک اورتحریک کی کام یابی اور بقا کا دارومدار اس کے تعلیمی اداروں پر منحصر ہوتا ہے، جو قوم اور ملک جتنا مضبوط ہوگا، اس کا تعلیمی ادارہ بھی اتنا ہی مستحکم ہوگا۔ چنانچہ اگر ہم تاریخ کا جائزہ لیں تو اس روئے زمین پر بہت سے ایسے ادارے موجود ہیں جنہوں نے نہ صرف ملک یا قوم کی تقدیر کو بدلا بلکہ تاریخ کے دھارے کو بھی موڑ دیا۔ ان ہی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ ملیہ اسلامیہ بھی ہے۔ تحریک آزادی اور تحریک ترکِ موالات کی کوکھ سے جنم لینے والے اس ادارے نے ملک کی آزادی کے لیے جتنی قربانی دی، شاید ہی کسی دوسرے ادارے نے دی ہوگی۔ بہرکیف جامعہ نے اپنے قیام 1920 سے لے کر آج تک تعلیم و تعلم اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں انتہائی لائق و فائق افراد فراہم کیے ہیں، نیز اس نے ہمیشہ ملک و بیرون ملک میں بلاتفریق قوم وملت ظلم وستم کے خلاف اپنی آواز بلند کی ہے اور ہر طرح کے مصائب اور پابندیوں کو برداشت کرتے ہوئے پوری دنیا میں اپنی منفرد اور نمایاں پہچان قائم کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے اس وقت ہندوستان کی مرکزی جامعات میں پہلا مقام حاصل ہوا ہے۔

جامعہ نے روز اول ہی سے اپنے کچھ اہداف اور مقاصد متعین کیے تھے جس کے حصول میں اس نے ہر ممکن کوششیں کیں اور وہ کامیاب بھی رہا ہے۔ امسال وہ اپنے سو (100) سال پورا کرنے والا ہے، اس مبارک موقع پر شعبہ کے طلبہ و طالبات کی تنظیم بزم طلبہ کی جانب سے سالانہ رسالہ ’صدائے جوہر‘ کا خصوصی شمارہ ’جامعہ ملیہ اسلامیہ: صد سالہ تاریخ اور خدمات‘ کے عنوان سے منظر عام پر آرہا ہے۔ اس شمارے میں طلبہ وطالبات نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ جامعہ کی روشن تاریخ اور اس کی خدمات کو اہل علم و دانش کے علاوہ ملک اور قوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ یقیناً اس کی اشاعت میں کافی مشکلات پیش آئیں، پہلے CAA اور NRC پھر COVID-19 نے تمام ہم نصابی سرگرمیوں کو معطل کر دیا ہے، لیکن بہر حال ’صدائے جوہر‘ کی ٹیم نے ہمت نہیں ہاری اور اسے آن لائن شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ خصوصی شمارہ اپنے مقاصد میں کام یاب ہوگا۔ میں اس سلسلے میں صدر شعبہ اور بزم طلبہ کے صدر پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد علی، ڈاکٹر محمد مشتاق، مشیر بزم طلبہ اور ’صدائے جوہر‘ کے سپروائزر ڈاکٹر محمد اسامہ کا خصوصی طور پر مشکور وممنون ہوں جن کا علمی تعاون اور سرپرستی مجھے اور میری ٹیم کو برابر ملتی رہی۔ میں اس موقع پر اپنے شعبہ کے جملہ اساتذہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں مسلسل میری حوصلہ افزائی کی، نیز میں اپنی ٹیم کے ممبران خصوصاً شفیع الرحمن خان، شہوار پرویز، محمد یوسف اور نورین کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے ماہانہ اور سالانہ میگزین ’صدائے جوہر‘ کی کام یابی کے ساتھ اشاعت میں ہر قدم پر میرا ساتھ دیا۔ جزاکم اللہ خیرا۔

ایڈیٹر

ملک محمود

(ایم اے، سال آخر)

محمد یوسف نظامی
(ایم اے، سال اول)

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام اور اغراض ومقاصد

ایک مطالعہ

ہندوستان ایک ایسا جمہوریت پسند ملک ہے جہاں برطانوی حکومت صدیوں تک اپنا پنجا جمائے ہوئے تھی اور اس دوران یہاں کے باشندوں کی زندگی غلامی کی چکی میں پسی جارہی تھی، آئے دن نئے نئے قانون اور اصول وضوابط ان پر نافذ کئے جاتے تھے حتی کہ ان پر ظلم وبربریت کے پہاڑ گرائے جاتے تھے۔ ایسے حالات میں ہندوستانیوں کو غلامی کی زنجیروں اور ظلم وستم کے تاریکی سے چھٹکارا دلانے کے لئے پورے ملک میں آزادی کی بگل بجائی گئی جو ان کے لئے خطرہ کی گھنٹی معلوم ہوئی۔ چنانچہ برطانوی حکومت نے ایک نئی چال ''رولٹ ایکٹ'' کی چلی، اسے ہندوستانیوں کے مستقبل کی فکر ہونے لگی اور ان کی ترقی کے لئے ایک نئی تعلیمی پالیسی ''انگریزی تعلیم'' کے نام سے بنائی، نیز اس کے لئے تعلیمی اداروں کو تعاون فراہم کرنے کا اعلان کیا تاکہ ہندوستانیوں کے یقین واعتماد کو حاصل کیا جاسکے۔ اس کے پیچھے ان کا منصوبہ تھا کہ کسی طرح سے ہندوستانیوں کے قدیم رسم ورواج، ان کی تہذیبوں وثقافتوں اور ان کے تعلیمی طور وطریقے کو مٹایا جائے، اور تعلیم یافتہ طبقے کو اپنے یہاں نوکری کے نام پر غلام بنایا جاسکے۔

سابق شیخ الجامعہ ملیہ ڈاکٹر ذاکر حسین اپنے مقالے 'جامعہ ملیہ کیا ہے' میں نقل کرتے ہیں کہ یہ کڑوا سچ ہے کہ حکومت نے موجودہ انگریزی تعلیم اپنی انتظامی ضرروتوں کو پورا کرنے کے لئے شروع کی تھی، اس کا مقصد صرف اتنا تھا کہ دفتروں میں کام کرنے کے لئے انگریزی تعلیم یافتہ لوگ مل جائیں۔ (جامعہ ملیہ اسلامیہ تحریک، تاریخ، روایت، ج ۲، ص ۲۳)۔ اس تعلیم کے ذریعہ ہندوستانیوں کو ذہنی اور جسمانی ہر اعتبار سے کھوکھلا کرنا تھا تاکہ ان میں آزادی اور ذمہ داری کا احساس پیدا نہ ہو، سب سے بڑی خرابی موجودہ تعلیم کی یہ تھی کہ تعلیم کا ذریعہ ملکی زبان کے بجائے غیر ملکی زبان تھی۔

بہرحال ہندستانیوں نے ان کے ناپاک ارادوں کو بھانپ لیا تھا، اس لیے انہوں نے پورے ملک کو اس نئی تعلیمی پالیسی سے محفوظ کرنے کا عزم مصصم کیا اور اس کے خلاف ایک تحریک چلائی ستمبر ۱۹۲۰ء میں کلکتہ اسپیشل کانگریس کے اجلاس میں گاندھی جی نے ترک موالات یعنی 'عدم

تعاون تحریک' پیش کی، یعنی ملک کی حقوق طلبی اور آزادی کے لئے تعلیمی بائیکاٹ کیا جائے، اس کے لئے سرکار کے منظور شدہ اسکولوں اور کالجوں کے لئے سرکاری گرانٹ وامداد نہ لی جائے۔ پورے ملک نے اس تحریک میں حصہ لیا، اس انقلابی بائیکاٹ میں علی برادران، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، وقار الملک، حسرت موہانی اور عبدالمجید خواجہ وغیرہ جیسی عظیم شخصیتیں پیش پیش رہیں، اس تحریک کی شروعات ۱۲/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو گاندھی جی اور محمد علی جوہر کے علی گڑھ کی تقریروں کے ذریعہ اولڈ بوائز لاج میں ایم اے او کالج کے طلبا کے درمیان سے ہوئی، جس میں طلبا سے تعلیمی بائیکاٹ کرنے کو کہا گیا اور کسی غیر برطانوی امدادی اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔

آخر کار یہ تحریک اکتوبر کے اخیر تک اپنے عروج پر پہونچ گئی اور اس کی حمایت میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بہت سے طلبا اپنی تعلیم چھوڑ کر مولانا محمد علی جوہر کے ہمراہ ہو گئے اور کئی دنوں تک بے یار مددگار ٹنٹ میں زندگی گزاری البتہ علم کی دولت سے خود کو آراستہ کرتے رہے لیکن یہ کافی نہ تھا اور اب ان کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی سخت ضرورت محسوس کی جانے لگی جو سرکاری امداد سے بلاتر ہو، حالانکہ اس انگریزی تعلیم نے چند سالوں میں ملک کی حالت بدل دی لیکن یہ ملک کے منشا کے خلاف تھی۔ اسی کشمکش کے عالم میں عالم مولانا محمد علی جوہر نے علی گڑھ کالج کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ اب یہاں ایک نئے نیشنل کالج کی بنیاد رکھی جائے گی، اور اس کا نام جامعہ ملیہ اسلامیہ ہوگا، لھذا مسلمانوں کو قومی تعلیم دینے کے لئے ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ کی زمین پر شیخ الہند مولانا محمود حسن کے دست مبارک سے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ وہ دن بہت ہی انقلابی اور تلاطم آمیز دن تھا، شیخ الہند نہایت بیمار اور نحیفی کے باوجود باعث برکت تشریف لائے لیکن ان کا خطبہ مولانا شبیر عثمانی نے عوام کو پڑھ کر سنایا۔ شیخ الہند نے اپنے خطبہ میں اعلان کیا:

''مسلمانوں کی تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے مطلقا آزاد۔ کیا باعتبار عقائد وخیالات اور کیا باعتبار اخلاق و اعمال ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔ ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے غلام پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہیں، بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کے اور ان کے عظیم الشان مدارس کے جنھوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے پیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے''۔ (جامعہ کی کہانی، ج ا، ص ۲۷)

ابھی جامعہ نے صحیح سے اپنا قدم بھی نہیں جمایا تھا کہ شدید سیاسی اور معاشی بحران کا شکار ہوا تو حکیم اجمل خان کے ایما پر جامعہ کو ۷/جولائی ۱۹۲۵ء کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کیا گیا اور قرول باغ میں چند کرائے کی عمارتوں کو لے کر نئی تعلیمی زندگی کا سفر شروع ہوا، تقریباً اپنے قیام کے پندرہ سال بعد جامعہ کو اپنی سرزمین نصیب ہوئی اور یکم مارچ ۱۹۳۵ء کو اوکھلا گاؤں میں دہلی کے جنوبی سرے پر اس کی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلے مدرسہ ابتدائی کی عمارت تعمیر ہوئی، اگلے سال یہاں زندگی نے انگڑائیاں لینا شروع کر دی اور یہی نئی بستی جامعہ نگر کہلائی، آج یہی مدرسہ پوری دنیا میں جامعہ ملیہ اسلامیہ مرکزی یونیورسٹی کے نام سے معروف ہے۔

جدید ہندوستان کی تاریخ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تشکیل ایک قومی اور اصلاحی معنوں میں ہندوستانی یونیورسٹی کے طور پر ہوئی۔ گاندھی جی کی فکر قیادت میں بانیان جامعہ اور اس کے معماروں نے جامعہ کا جو منصوبہ اور خاکہ ترتیب دیا تھا اس میں جدید زندگی کے مطالبات کو مسترد کئے بغیر اپنی روایت اپنی تہذیب وتاریخ اپنے آداب زندگی اور اپنی قدروں کو اولیت حاصل تھی، جامعہ کو کم عرصہ میں ہی ایک مثالی قومی ادارے کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس نے اپنے ابتدائی دور میں گاندھی جی، جواہر لال، علامہ اقبال، اور مولانا ابوالکلام آزاد کو ایک مرکز پر جمع کیا کیوں کہ اس کے مقاصد وسیع اور فرقہ ورانہ مصلحتوں سے یکسر آزاد تھے۔

اغراض ومقاصد

ابتدائی دور میں جامعہ کا کوئی منظم دستور مرتب نہیں ہوا جس میں باقاعدہ اس کے اغراض ومقاصد وضاحت سے بیان کئے گئے ہوں، لیکن اس

کے بانیان یعنی شیخ الہند، مولانا محمد علی، حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری وغیرہ کے خطبوں اور تحریروں میں جن مقاصد کا نچوڑ ملتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ یہ تعلیم گاہ حکومت کے اثر سے آزاد قومی اور ملی مصالح کی پابند ہو۔

☆ اس کی تعلیم میں دینی اور دنیوی، قدیم وجدید عناصر کا صحیح امتزاج ہو۔

☆ وہ ملک کی آزادی اور ہندوستانی قومیت کی تحریک میں حصہ لے۔

☆ اس میں جدید علوم مادری زبان کے ذریعہ پڑھائے جائیں۔ (جامعہ کی کہانی، ج ۱، ص ۵۱۔ شہید جستجو ص ۹۳)

عابداللہ غازی لکھتے ہیں: ''جامعہ کا قیام کسی مدرسے کا سنگ بنیاد نہیں جو کسی گورنر کے ہاتھوں رکھا گیا ہو بلکہ یہ ایک تحریک کا حصہ ہے جو علی گڑھ میں عملی شکل میں ۲۹ ؍اکتوبر ۱۹۲۰ء کو آ سکا۔ اس لئے جامعہ کے اغراض ومقاصد پر غور کرنے سے زیادہ ان اسباب پر غور کریں جن کی وجہ سے جامعہ کا قیام عمل میں آیا''۔ (ایضاح ۱ ص ۶۶)

حکیم اجمل خان اولین جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ''جامعہ کے ذریعہ ایسے مسلمان پیدا کرنا ہے جو اپنے مذہب سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ اس پر سختی سے عامل بھی ہوں، جو اپنے ماضی سے آشنا اور مستقبل سے آگاہ ہوں، وہ جدید علوم سے ضرور واقف ہوں لیکن اسلامی طرز زندگی کا نمونہ ہوں''۔ (ایضاح ۱ ص ۷۶)

''مسلمانوں کی تعلیم مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اغیار کے اثر سے مطلقاً آزاد۔ کیا باعتبار عقائد وخیالات اور کیا باعتبار اخلاق واعمال ہم غیروں کے اثرات سے پاک ہوں۔ ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے غلام پیدا کرتے رہیں بلکہ ہمارے کالج نمونہ ہونے چاہیں، بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیوں کے اور ان کے عظیم الشان مدارس کے جنھوں نے یورپ کو اپنا شاگرد بنایا اس سے پیشتر کہ ہم اس کو اپنا استاد بناتے''۔

ڈاکٹر سید عابد حسین تحریر کرتے ہیں کہ ''ہندستان میں تمام مذاہب ہیں جن کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو زندگی بسر کرنا ہے، ملک کے سیاسی، معاشی وغیرہ امور میں اشتراک ضروری ہے، اس لئے ہمارے تعلیمی نصب العین میں یہ بھی داخل ہونا چاہئے کہ بچوں میں ہندوستان کی متحدہ قومیت کا احساس پیدا کرکے انھیں ہندوستانی بناجائے۔ مسلمانوں کو اپنی تعلیم میں یہ تینوں پہلو شخصی، ملی، قومی مدنظر رکھنے چاہئے اور اپنے طلبا کو انسان کامل، سچا مسلمان اور پکا ہندوستانی بنانے کی کوشش کرنا چاہئے''۔ (ایضاح ۱ ص ۲۰۱)

وقارالملک نے تعلیم کے نظام و نصاب کا خاکہ پیش کیا: ''مسلمانوں میں تمام ضروری علوم وفنون کی تعلیم ہو اور یہ علوم اردو زبان کے ذریعہ پڑھائے جائیں اور اعلی قدر ضرورت انگریزی زبان کی تعلیم کا بھی اہتمام ہو۔ مزید کہ دینیات کے اعتبار سے ہر قسم کی تعلیم کا انتظام موجود ہو تا کہ فارغین علوم جدیدہ کے حملوں سے اسلام کی پوری حفاظت کریں اور اسلام کی صداقتوں کا سکہ غیر مذاہب کے دلوں پر بیٹھائیں''۔ (ایضاح ۱ ص ۱۳۲)

ایک مقصد یہ ہے کہ جامعہ میں ہر مسلمان کے لئے عربی زبان لازمی قرار دی جائے کیونکہ یہ زبان دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک تہذیبی رشتے اور امت مسلمہ کے احساس کی زنجیر میں جوڑے ہوئے ہے۔ مزید یہ کہ ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ کی زندگی کے نقشے کو سامنے رکھ کر ان کی تعلیم کا ایک مکمل نصاب بنائے اور اس کے مطابق ہی بچوں کو مستقبل کے لئے تیار کیا جائے۔

عام تعلیم کے بعد جامعہ اپنے طلبہ کے لئے مفید پیشوں کی تربیت کا انتظام کرنا چاہتی ہے،ہائی اسکول تعلیم یافتہ لوگوں کو نجاری، جلد سازی، ڈیری فارمنگ، اور کیمیاوی صنعتوں وغیرہ سکھائی جائے جو مستقبل میں کامیابی کا ضامن ہوں۔ جامعہ کی خواہش ہے کہ طلباء معلم کی تربیت حاصل کر کے تعلیمی مجاہدین کی حیثیت سے ملک میں ابتدائی تعلیم کی اصلاح اور اشاعت کی کوشش کریں۔

جامعہ کی قومی تعلیمی پالیسی

جامعہ کی مجلس تاسیس نے اپنے پہلے ہی جلسے میں کچھ ایسے فیصلے لیے تھے جو تعلیمی پالیسی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں مولانا محمد علی جوہر نے مسلمانوں کی قومی تعلیم کی اسکیم جو بنائی تھی وہ حسب ذیل ہیں:

☆ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں غیر مسلم طلبہ کو بھی داخل کیا جائے گا۔

☆ ہر طالب علم کو اس کے اپنے مذہب کی تعلیم دی جائے گی۔

☆ مسلمان طلبا کو عربی زبان سکھائی جائے اور ہندو طلبا کو سنسکرت۔

☆ اردو ذریعہ تعلیم ہوگی اور انگریزی کی تعلیم ثانوی زبان کی حیثیت سے دی جائے گی۔

☆ نظری تعلیم کے ساتھ پیشہ ورانہ تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

☆ ہر صوبے کے اسکول اور کالج کا جامعہ سے الحاق ہو اور ان کی نگرانی کے فرائض انجام دی جائیں۔

حاصل کلام

اگر ان تمام مقاصد کی روشنی میں عصر حاضر میں جامعہ کا جائزہ لیں تو حتی الامکان اپنے مقاصد کے مطابق جامعہ ترقی کی منزلیں طے کرتا نظر آرہا ہے، مثلاً جامعہ کی تعلیم کا ذریعہ اردو ہے البتہ اس میں ہندی اور انگریزی کو بھی شامل کرلیا گیا ہے لیکن انگریزی زبان کو اولیت حاصل ہے۔ ہر مذہب کے طالب کو داخلہ ملتا ہے اور اسے اس کے مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بہت سے مدارس ملحق ہیں، جامعہ کو مرکزی یونیورسٹی کا درجہ بھی مل گیا جو ان کے بانیان کی خواہش تھی کہ جامعہ ایک مسلم قومی یونیورسٹی بنے، پیشہ ورانہ تعلیم بھی فراہم کی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں کے فارغین کی ایک بڑی تعداد ملک و بیرون ملک میں کامیابی کے ساتھ مختلف میدانوں میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہے۔

***

حوالاجات:

(۱) جامعہ ملیہ اسلامیہ: علمی اور تہذیبی وراثت — ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

(۲) جامعہ کی کہانی ح اول — عبدالغفار مدھولی

(۳) شہید جستجو — ضیاء الحسن فاروقی

(۴) جامعہ ملیہ اسلامیہ: علمی اور تہذیبی وراثت — ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

(۵) ڈاکٹر ذاکر حسین شخصیت و معمار — قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

(۶) افکار ذاکر — اختر الواسع و فرحت احساس

(۷) جامعہ ملیہ اسلامیہ تحریک، تاریخ، روایت

محمد عبدالرحمن
(بی اے، سال اول)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیو بندی

(حیات وخدمات)

تعارف:

آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم، شیخ العالم، المعروف بہ شیخ الہند، اسیر مالٹا، ہزاروں علما کے مربی واستاذ، اپنے دور کے محدث ومفسر، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین وشیخ الحدیث، ریشمی رومال تحریک کے بانی، عظیم مجاہد اور جنگ آزادی کے علمبردار تھے۔

ولادت:

حضرت شیخ الہندؒ کی پیدائش 1268ھ مطابق 1851ء میں بمقام بانس بریلی یوپی میں ہوئی، جہاں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ بوجہ ملازمت مع اہل وعیال مقیم تھے۔

والد محترم نے آپ کا نام محمود حسن رکھا، اور تاریخی نام بعض علماء نے 'ولد ذوالفقار علی' تجویز کیا۔ آپ نے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں میاں جی منگلوریؒ سے پڑھیں اور تعلیم وتربیت کتب عربیہ اپنے چچا مشہور عالم حضرت مولانا مہتاب علی سے پڑھیں، قدوری اور شرح تہذیب پڑھ رہے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، آپ اس میں داخل ہو گئے۔

علوم وتقویٰ میں یگانہ روزگار شخصیت اور درس وتدریس:

حضرت شیخ الہندؒ کی اعلیٰ علمی و ذہنی صلاحیتوں کے پیش نظر دارالعلوم دیوبند کی مدرسی کے لیے اکابر کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور 1291ھ میں مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آیا۔

حضرت شیخ الہند نے اپنی تدریسی زندگی کے آغاز سے بڑی محنت اور جاں فشانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبن کی خدمت کی۔ کبھی کبھی آپ کے ذمہ 19/ کتابوں کا سبق متعلق ہوتا تھا اور آپ مغرب وعشا اور فجر کے بعد بھی اسباق پڑھاتے تھے۔ حضرت نانوتویؒ کی وفات کے حادثہ جانکاہ کی وجہ سے تدریسی سلسلہ موقوف کر دیا تھا لیکن پھر حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے اصرار کے بعد دوبارہ مسند تدریس سنبھالی۔

1308ھ مطابق 1890ء میں حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ کے بعد دارالعلوم دیوبند میں صدارت تدریس کے منصب پر فائز ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند صدارت تدریس کا مشاہرہ اس وقت 75/ روپیہ تھا، مگر آپ نے 50 روپے سے زیادہ کبھی قبول نہیں فرمائے، بقیہ 25/ روپے

دارالعلوم کے چندے میں شامل فرمادیتے تھے۔

ظاہری علم وفضل کی طرح باطن بھی آراستہ تھا۔طریقت کی تحصیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بارگاہ میں کی۔ جب آپ کوسلوک و تصوف میں کمال حاصل ہوگیا تو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کوتحریر فرمایا کہ مولوی محمود حسن اب اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ حضرت کی طرف سے ان کواجازت وخلافت عنایت فرمادی جائے۔ جب تک حضرت حاجی صاحبؒ حیات تھے، حضرت گنگوہی بالعموم خوداجازت وخلافت دینے کے بجائے آپ سے سفارش کرتے تھے اورحضرت حاجی صاحبؒ اجازت وخلافت کی تحریر بھیج دیتے تھے، پھراس کے بعد آپ بھی اپنی طرف سے اجازت وخلافت دے دیتے تھے۔

حضرت شیخ الھند ورو ظائف ، شب بیداری اورتہجد گزاری کے ہمیشہ پابند رہے۔جن ایام میں آپ اٹھارہ انیس اسباق پڑھاتے تھے،عشاء اور فجر کے بعد بھی درس ہوتا تھا، رات میں مطالعہ بھی کرتے تھے اورشب بیداری کے معمول میں کبھی فرق نہیں آتا تھا۔

اسارت مالٹا کے زمانے میں جب کہ وہاں کی سردی اور برفانی ہوائیں نوجوان ہمراہیوں کے لیے ناقابل برداشت تھیں، آپ بڑھاپے اور لاغری کی حالت میں بھی رات کواخیر پہراٹھ کراپنے مولیٰ سے رازونیاز میں مصروف ہوجاتے۔

آپ کی زندگی میں بڑی سادگی تھی۔گفتارو کردار، عادات واطواراورلباس وغیرہ میں کسی طور پر برتری کا اظہارنہیں فرماتے تھے۔تواضع وخاکساری طبیعت میں بہت زیادہ تھی۔غربا اورمعمولی آدمیوں میں رہنا پسند فرماتے تھے۔ امرا اور اہل دنیا کے تکلفات سے گھبراتے تھے۔بڑے فقیہ تھے،نقلی وعقلی علوم میں پوری مہارت تھی۔تاریخ کا مطالعہ بھی بڑاوسیع تھا۔شعروادب سے بھی لگاؤ تھااور بہت زیادہ اشعار یاد تھے۔خودبھی شاعر تھے۔آواز صاف تھی،کلام میں ایجاز تھا۔درمانہ قدتھا۔چلنےاور بات کرنے میں بڑاوقارتھا۔آپ کے چہرے سے ہمت اورتواضع کے آثارنمایاں تھے،عبادت اورمجاہدہ کانور ٹپکتا تھا۔احباب اورتلامذہ کےساتھ انبساط کے باوجودوقاراورہیبت کااثر دکھائی دیتا تھا۔

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کےزوال کےبعدآزادی وطن کی تحریک کاتذکرہ ہویاآزادی وطن میں مسلمانوں کےفخرومباہات کا ذکر،مجاہدین کی جاں سپاریوں کاذکرہویاانقلاب وبغات کی بے مثال منصوبہ بندی کا،ہرموقعہ پرتدبروفراست،بصیرت وسیاست دانی اوربےمثال انقلابی قربانیوں کے لیےحضرت شیخ الہندؒ کانام نہایت ادب واحترام اورپورےاحساس عظمت کےساتھ لیاجاتا ہے۔حضرت شیخ الہندان علماءدیوبند کےسچےوارث تھے جنھوں نےدارالعلوم کاقیام ہی اس جذبہ سےکیاتھاکہ اس سےعلما وفضلاکی ایک ایسی جماعت تیارہوجوایک طرف مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اوراسلامی ورثہ وتہذیب کےفروغ میں نمایاں حصہ لےتودوسری طرف مغربی استعمارسےہندوستان کو آزادکراکرمسلمانوں کوسیاسی ومذہبی آزادی عطاکرے۔

تالیفات وتصنیفات:

اپنے وسیع علم اورکثرت درس کے باعث تالیف وتصنیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ابتدائی پچیس تیس سال تو درس وتدریس میں مشغول رہےاوراس کے بعدتازندگی مجاہدانہ سرگرمیوں میں مصروف رہے۔مگراس کے باوجودآپ نے نہایت قابل اور ماہرین علم وفن شاگردوں کی

ایک جماعت کے ساتھ گراں قدر علمی ورثہ بھی چھوڑا جو حسب ذیل ہے:

ترجمہ قرآن کریم: اردو کا مقبول ترین ترجمہ، سورہ نساء تک آپ کے حواشی بھی ہیں جنھیں بعد (۱) میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا۔ سعودی حکومت کی طرف سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ (۲) الابواب والتراجم، صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی مختصر شرح (۳) تقریر ترمذی عربی (۴) حواشی وتعلیقات علی سنن ابی داؤد (۵) حاشیہ المعانی۔

ملکی وملی خدمات:

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد آزادی وطن کی تحریک کا تذکرہ ہو یا آزادی وطن میں مسلمانوں کے فخر ومباہات کا ذکر، مجاہدین کی جاں سپاریوں کا ذکر ہو یا انقلاب وبغات کی بے مثال منصوبہ بندی کا، ہر موقعہ پر تدبر وفراست، بصیرت وسیاست دانی اور بے مثال انقلابی قربانیوں کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کا نام نہایت ادب واحترام اور پورے احساس عظمت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ الہند ان علماء دیوبند کے سچے وارث تھے جنھوں نے دارالعلوم کا قیام ہی اس جذبہ سے کیا تھا کہ اس سے علما وفضلا کی ایک ایسی جماعت تیار ہو جو ایک طرف مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور اسلامی ورثہ وتہذیب کے فروغ میں نمایاں حصہ لے تو دوسری طرف مغربی استعمار سے ہندوستان کو آزاد کرا کر مسلمانوں کو سیاسی ومذہبی آزادی عطا کرے۔

سب سے پہلے آپ نے فضلا دیوبند کو ذہنی وفکری اعتبار سے مستحکم ومنظم کرنے کے لیے انجمن ثمرۃ التربیت قائم فرمائی۔ پھر جمعیۃ الانصار قائم فرمائی جس کا مقصد عامۃ المسلمین میں دارالعلوم کی مرکزیت کا احساس پیدا کرنا اور دارالعلوم کے اثرات کی ترویج واشاعت اور اس کو ہمہ گیر بنانا تھا۔ اسی جمعیۃ کے فارم سے آپ نے اپنے شاگردوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس کے سکریٹری تھے۔ بعد میں مختلف وجوہات کی بنیاد پر نظارۃ المعارف القرآنیہ نام کی نئی تنظیم قائم کی گئی۔ اسی دور میں عالم اسلام میں کافی سنگین حالات پیدا ہو رہے تھے اور جنگ طرابلس وبلقان کی وجہ سے مسلمانوں میں ہیجان پھیلا ہوا تھا۔

حضرت شیخ الہند نے ہندوستان سے برطانوی حکومت کے اقتدار کو ختم کرنے کے لیے ایک اسکیم تیار کی، یہ 1330ھ/مطابق 1930 کا زمانہ تھا، آپ نے مسلح انقلاب کے ذریعہ برطانوی گورنمنٹ کا تختہ الٹ دینے کا نقشہ تیار کیا۔ اس کے لیے آپ نے نہایت منظم طور پر اپنا پروگرام مرتب کیا تھا، آپ کے شاگردوں اور رفقا کار کی ایک بڑی جماعت جو ہندو بیرون ہند کے اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی تھی، آپ کے مجوزہ پلان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت سرگرمی اور جاں بازی کے ساتھ کوشاں تھی۔ شاگردوں میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مولانا محمد میاں منصور انصاریؒ اور ہندوستان اور باہر کے بہت سے نمایاں افراد اس میں شامل تھے، جنھوں نے حضرت شیخ الہندؒ کے سیاسی اور انقلابی پروگرام کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ دراصل آپ آزادئ ہند کے خواہاں تھے، آپ اسلامی حکومتوں کے تعاون سے اپنے ملک کو آزاد کرانا چاہتے تھے۔

حضرت شیخ الہند کے اسی پروگرام کے تحت حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے افغانستان میں آزاد ہندوستان کی حکومت قائم کی جس کے سربراہ راجہ مہندر پرتاب سنگھ، مولانا برکت اللہ بھوپالیؒ وزیر اعظم اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ وزیر داخلہ تھے۔ اسی وقت عام خیال یہ تھا کہ طاقت کے بغیر ہندوستان سے انگریزوں کا نکالنا ممکن نہیں ہے، اس کے لیے سپاہ اور اسلحہ کی ضرورت ہے، ان چیزوں کی فراہمی کے لیے افغانستان اور ترکی کا انتخاب کیا گیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی مجوزہ اسکیم کو کامیاب بنانے کے لیے پیرانہ سالی کے باوجود 1333ھ مطابق 1915 میں حجاز کا سفر فرمایا۔ وہاں کے ترکی گورنر غالب پاشا اور انور پاشا سے جو اس وقت ترکی کے وزیر جنگ تھے ملاقات فرما کر بعض اہم امور طے کیے۔ اس وقت جنود ربانیہ کے نام سے ایک مسلم فوج قائم کی گئی جس کا مرکز مدینہ منورہ تھا، کمانڈر انچیف عثمانی خلیفہ تھے اور حضرت شیخ الہندؒ اس آرمی کے کمانڈر جنرل تھے۔ اس فوج میں عالم اسلام کے متعدد اہم مسلم کمانڈر اور قائدین شریک تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ حجاز سے براہ بغداد بلوچستان ہوتے ہوئے سرحد

کے آزاد قبائل میں پہنچنا چاہتے تھے کہ اچانک جنگ عظیم شروع ہوگئی۔اسی دوران شریف حسین والی مکہ مکرمہ نے انگریز حکام کے ایماء پر آپ کو گرفتار کر کے ان کے حوالے کر دیا۔حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عزیر گل سرحدیؒ، حضرت مولانا حکیم نصرت حسینؒ، اور حضرت مولانا وحید احمد فیض آبادیؒ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔حضرت شیخ الہند کو پہلے مصر اور پھر وہاں سے جزیرہ مالٹا لے جایا گیا، جو برطانوی قلم رو میں جنگی مجرموں کے لیے محفوظ ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔برطانوی حکومت کو حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقائے کار کی تحریک اور پروگرام کی اطلاع مل گئی تھی۔

برطانوی حکومت کے کاغذات میں اس تحریک کو ریشمی رومال سازش کیس (Silk Letter Conspiracy Case) کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور سیکڑوں صفحات پر مشتمل یہ فائل آج بھی انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے۔

جنگ عظیم ختم ہونے پر حضرت شیخ الہندؒ کو ہندوستان آنے کی اجازت ملی، آپ کو تقریباً تین سال دو ماہ جزیرہ مالٹا کی جیل میں نظر بند رہنا پڑا، اور 20 رمضان المبارک 1338ھ مطابق 8 رجون 1920ء کو ایک بجے دن کو آپ نے ساحل بمبئی پر قدم رنجہ فرمایا۔اہل ہند نے نہایت تزک واحتشام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔استقبال کرنے والوں میں حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ، حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ، تحریک خلافت کے روح رواں حضرت مولانا شوکت علیؒ، حضرت مولانا حکیم محمد حسنؒ، حضرت مولانا حافظ محمد طیب قاسمیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حافظ محمد طاہر قاسمیؒ، موہن داس کرم چند گاندھی جی اور علمی وسیاسی دنیا کی ممتاز شخصیتیں شامل تھیں۔تحریک خلافت کے جلسہ عام میں آپ کو سپاس نامہ پیش کیا گیا۔اس اجلاس میں ہندوستان کے اکابر ملت نے متفقہ طور پر آپ کو 'شیخ الہند' کا خطاب دیا۔مالٹا سے واپسی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی صحت بگڑ چکی تھی، پیرانہ سالی اور قید و بند کے باعث نہایت ضعیف ہو گئے تھے، مگر بایں ہمہ آپ نے شدومد کے ساتھ سیاسی کاموں میں حصہ لیا اور ہندوستان کے طول وعرض میں تمام شہروں کا دورہ کرنے کی ٹھان لی۔علی گڑھ گئے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنیاد ڈالی، خطبہ دیا اور ترک موالات کا فتویٰ جاری کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے کارناموں کا باب ہندوستان کی سیاسی واسلامی تاریخ میں جلی حروف سے اسی لیے لکھا گیا کہ انہوں نے تنہا اتنا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جو بڑی سے بڑی تنظیم اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر انجام دیتی ہیں۔یہ حضرت شیخ الہندؒ کی بے پناہ قوت ارادی اور عزم و حوصلہ کا کرشمہ تھا جس کے سامنے اسلامی ہند کا سر ہمیشہ خرم رہے گا اور سرزمین ہند ہمیشہ ان کی خدمت میں ندرانہ عقیدت پیش کرتی رہے گی۔

وفات:

مسلسل جدوریاضت، قید و بند اور پیرانہ سالی کے باعث بالآخر 18 ربیع الاول 1339ھ مطابق 30 رنومبر 1920 بروز منگل کی صبح کو دہلی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، جنازہ دیوبند لایا گیا اور اگلے روز حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی قبر مبارک کے قریب یہ گنجینہ فضل وکمالات سپرد خاک کیا گیا۔

محمد رفیع

(ایم اے، سال اول)

حکیم اجمل خان

اربابِ حل وعقد، صاحبِ فہم وفراست حضرات پر یہ بات ظاہر وعیاں کہ جن لوگوں نے جامعہ کو ہمہ تن گوش ہوکر بے مثال کاوشوں اور لائق تحسین کوششوں سے سجایا ہے ان میں نمایاں طور پر حکیم اجمل کا نام سرفہرست ہے، جن کی کاوشوں سے اور ان تھک کوششوں سے جامعہ علی گڑھ سے منتقل ہوکر 'کرول باغ' میں مستحکم ہوا، جنہوں نے جامعہ کا ہر تنگ وقت میں ساتھ دیا اور اس کی ترقی اور نشونما کے لیے ہر ممکن منظم کوششیں کیں لہٰذا درج ذیل میں قدرے تفصیل موجود ہے۔

نام ونسب

حاذ الملک، مسیح الملک حکیم بے مثال جناب حکیم اجمل خان صاحب کی پیدائش 17 ر شوال المکرم بمطابق 11 ر فروری 1868 میں دہلی کی سرزمین پر ہوئی، آگے چل کر جنہوں نے سیاست وطبیت اور تعلیم کے میدان میں کلیدی کردار ادا کیا۔

خاندان:

حکیم اجمل خان کے خاندان میں علم طب کے ماہرین گزرے ہیں اور یوں سمجھئے کہ حکیم اجمل صاحب کو علم طب وراثت میں ملا ہے، کیونکہ آپ کے والد ماجد حکیم محمود خان ایک ماہر حکیم اور حاذق تھے اور ان کے والد صادق علی بھی علم طب میں مہارت عظمیٰ رکھتے تھے اور ان کے والد شریف بھی ایسے حکیم تھے جن کی دہلیز پر ہزاروں مریضوں کا ہجوم ہمہ وقت رہتا تھا، جن کی نسبت سے یہ خاندان شریف خاندان کہلاتا ہے۔

تعلیم وتربیت:

حکیم اجمل خان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی یعنی حسب معمول (اس وقت استاذ چھوٹے بچوں کو گھر پڑھانے آتے تھے جیسا کہ آج بھی یہ روایت باقی ہے) ان کو ایک استاذ گھر پڑھانے آتے تھے چند سال گزرنے کے بعد طبیہ تعلیم کا آغاز ہوا جس کے شروعات والد ماجد اور بھائی عبدالمجید کے ذریعے ہوئی، تکمیل کا کام شریف خاندان کے چشم وچراغ ماہر طب جناب غلام رضا خان نے ادا کی اور اس طرح سے سلسلہ وار تعلیم جاری رہی حتی کہ 18 سال کی دہلیز تک پہنچتے پہنچتے متفرق علوم وفنون مثلاً منطق، فلسفہ، طب، حدیث، تفسیر فقہ اور عقائد وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل کرلی اور ایسے نایاب جوہر بن کر ابھرے کہ جوق در جوق لوگ مسافات طویلہ طے کرکے ان کے در پے آتے، اور علم وفن کے اس چشمے سے اپنی طلبِ علم کی تشنگی بجھاتے۔

علم طب کی خدمات:

آپ کے بھائی عبدالمجید بھی بڑے پائے کے حکیم تھے لہٰذا اس زمانے میں سر سید خان نے تعلیمی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک سے متاثر ہوکر بھائی عبدالمجید نے 1882ء میں طبیہ کالج کی بنیاد ڈالی، جس میں اجمل خان نے بے لوث خدمات انجام دیں اور ماہرین سے مشورہ کر کے جدید طرز کے آلات اس طبیہ کالج میں مہیا کرائے اور علاج و معالجہ کا جدید طریقہ متعارف کرایا۔ 1892 آپ کا تقرر میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے شہر ُرام پور ُ میں ہوا جہاں نواب آف رام پور سے آپ کی شناخت ہوئی اور ان سے دوستانہ تعلق قائم ہوئے، نواب صاحب حکیم صاحب سے محوِ گفتگو ہو کر فرحت و شادمانی سے ہمکنار ہوتے تھے۔ 1902 میں آپ دہلی آئے اور یہاں ایک ُمجلہ طبیہ ٗ کا آغاز فرمایا جس کی ادارت سید عبدالرزاق کرتے اور سرپرستی کے فرائض حکیم واصل خان انجام دیتے جس میں منفرد دعاؤں کی دستیابی اور مرکب دواؤں کی شناسائی ہوتی تھی جو تیار کی جاتی تھی اور اس مقصد کے حصول کے لیے حکیم صاحب نے ُیونانی اینڈ ویدک میڈیسنز لمیٹڈ کمپنی ٗ کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد جدید ادویات کی استعدادی تھا اور اس سلسلے میں 1906 میں رامپور میں ایک بڑی کانفرنس منعقد کی جس میں علم طب کے ماہرین کی ایک جماعت کو مدعو کیا گیا، اس سلسلے میں ایک کتاب بنام ُحاذق ٗ 1917 میں تصنیف فرمائی جس میں کثیر اعضا خصوصاً اعضائے رئیسہ کا بے مثال علاج ہے، اور ضخامت 562 اوراق پر مشتمل ہے۔

سیاست کے میدان میں نمایاں مقام:

حصول آزادی میں بھی اجمل خان صاحب نے ایک مفکرانہ کردار ادا کیا ہے اس بات کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے تحریک عدم تعاون کی صدارت کا عہدہ بھی سنبھالا ہے، تحریکِ خلافت کی قیادت کا ذمہ بھی لیا ہے اور انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیے ہیں یہ واحد ایسے شخص ہیں جو تین معروف تحریکات کے صدر رہ چکے ہیں۔

سیاست کے عنوان پر ایک رسالہ بنام ُاکمل الاخبار ٗ بھی جاری کیا جس میں ابھرتی ہوئی افکار و نظریات برائے آزادی کی دل کھول کر تشریح کی جاتی تھی اس کے علاوہ وہ مسلم لیگ کی سنگ بنیاد میں بھی معاون رہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ 1906 میں علی گڑھ کا سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں ہونے والا تھا اور وہیں پر سلیم اللہ حکیم حبیب الرحمن خان نواب وقار الملک نے جماعت کی بنیاد ڈالنے کے سبب ایک پروگرام سجایا جس کی تائید میں حکیم اجمل صاحب نے بھی حصہ لیا ہے، مگر فطرتاً وہ کانگریس پارٹی سے متاثر تھے جس کا اندازہ ُاکمل الاخبار ٗ کے مضامین سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

جامعہ کی تاسیس:

جامعہ کی سنگ بنیاد 29/ اکتوبر 1920 میں علی گڑھ میں پڑی اور پانچ سال کے بعد یہ ادارہ منتقل ہو کر ُکرول باغ ٗ بر مشورہ حکیم اجمل صاحب پہنچا اور پھر وہاں سے ذاکر نگر مستقل مستحکم ہو گیا۔

خطابات:

آپ کی بے لوث خدمات کا اعتراف عوام کے ساتھ ساتھ حکومت بھی کرتی تھی جس کے نتیجے میں چند خطابات گورنمنٹ نے آپ کو دیے مثلاً افتتاحِ زمانہ طبی مدرسہ جس کا افتتاح پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر یو ٹی این کی اہلیہ نے کیا تھا اس موقع پر حکومت نے ان کو ُحاذق الملک ٗ کا خطاب دیا اور اس کے علاوہ ُقیصر ہند ٗ اور ُمسیح الملک ٗ خطابات سے بھی حکومت نے آپ کو نوازا۔

وفات:

1927 میں رامپور میں حکیم صاحب کا انتقال ہوا اور نمازِ جنازہ دہلی لا کر جامع مسجد دہلی میں ادا کی گئی اور خواجہ سید حسن رسول کے قریب پہاڑ گنج میں تدفین کی گئی، اس طرح اس شخصیت نے دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ کیا۔

نورین فیض
(بی اے، سال دوم)

مولانا عبیداللہ سندھی : ایک مثالی شخصیت

عبیداللہ سندھی مارچ 1872 میں سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں 'چیانوالی' میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے پہلے ہی آپ یتیم ہو چکے تھے۔ آپ کے آباؤ واجداد سکھ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ چھ سال کی عمر میں آپ نے اپنی والدہ کی سرپرستی میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ ابتدائی ہی سے آپ کی زندگی میں بے شمار مصائب کا سامنا ہوتا رہا ہے۔ 1884ء میں جب کہ آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی، ماں بہنوں اور عزیزوں کا خیال کیے بغیر حق کی تلاش میں نکل گئے۔ قدرت کی طرف سے آپ کو ایسی طبیعت عطا ہوئی تھی جو تمام مذاہب کی اصل غایت یعنی خدا شناسی تک پہنچنے کے لئے بیتاب تھی۔ اسی بیتابی نے آپ کو سندھ پہنچا کر حقیقی دین سے سرفراز کیا۔

تعلیمی زندگی: قبول اسلام کے بعد 1888 میں دیوبند گئے اور وہاں دارالعلوم میں داخلہ لیا اور تفسیر وحدیث، فقہ ومنطق وفلسفہ کی تکمیل کی۔ عبیداللہ سندھی کا دیوبند میں جب تک قیام رہا، مولانا محمودالحسن دیوبندی کی خاص نظر رہی۔ شیخ الہند کی مسلسل توجہات نے عبیداللہ سندھی کو ہندوستان کا ولی ثانی بنا دیا۔ 1897 میں حضرت شیخ الہندؒ نے انھیں سیاسی کام کرنے کا حکم دیا۔ 1901 میں آپ نے حیدرآباد میں ایک مرکز 'دارالرشاد' کے نام سے قائم کیا اور سات سال تک آپؒ نے علمی اور سیاسی کام سرانجام دیئے۔ 1909 میں سندھ سے آپؒ دیوبند منتقل ہو گئے اور 'جمعیت الانصار' قائم کی۔ جس میں دارالعلوم دیوبند کے فاضلین کی تعلیم وتربیت کا نظام اور تحریکِ حریت پیدا کرنے کے لیے جلسے منعقد کیے گئے۔

ملی خدمات: 1913ء میں آپؒ نے قرآن حکیم کی تفسیر 'الفوز الکبیر' کے اصولوں کی روشنی میں سمجھانے کے لیے دہلی میں 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ 1915 میں آپؒ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ سات سال کابل رہ کر آپؒ نے ایک جماعت 'جنودُ اللہ الربانیہ' کے نام سے قائم کی، جو ہندوستان، افغانستان کی آزادی کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتی رہی۔ 1924 کو ہندوستان کے مستقبل کے سیاسی اور معاشی اُمور کو حل کرنے کے لیے' آزاد برصغیر کا دستوری خاکہ' جاری فرمایا۔ 1926 میں مکۃ المکرمہ تشریف لائے اور دینی تعلیمات کی روشنی میں قومی جمہوری دور کے تقاضوں کے مطابق ایک پروگرام ترتیب دیا۔ آپؒ نے شاہ ولی اللہ کے فلسفے کو سمجھانے کے لیے دہلی، لاہور، کراچی، پیر جھنڈا اور دین پور میں بیت الحکمت کے مراکز کھولی، جہاں نہایت سرگرمی سے نوجوانوں کی تربیت فرماتے رہے۔

تصانیف : 1۔ذاتی ڈائری 2۔خطبات ومقالات 3۔شعور وآگہی 4۔شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ 5۔فکر ولی اللہی کا تاریخی تسلسل 6۔قرآنی شعور انقلاب 7۔قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے 8۔مجموعہ تفاسیر امام سندھی 9۔شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک 10۔تفسیر المقام المحمود

وفات: انتقال سے دو روز قبل دین پور تشریف لائے، وہیں 22 اگست 1944 بروز منگل کو آپ نے رحلت فرمائی۔

آسیہ خاتون
(ایم اے، سال آخر)

مولانا عبید اللہ سندھی: حیات و خدمات

10/مارچ 1872 کو چراغ اسلام، شمس العلوم، حکیم الہند، امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اس دنیا میں تشریف لائے۔ وہ سیالکوٹ کے ایک سکھ گھرانے میں اپنے والد محترم کے انتقال کے تین ماہ بعد پیدا ہوئے، اسلامی تعلیمات اور اس کی حقانیت نے انہیں مولانا سندھی بنا دیا۔ پندرہ برس کی چھوٹی سی عمر میں تحفۃ الہند اور تقویۃ الایمان پڑھ کر اسلام جیسی نعمت سے مشرف ہونے کے بعد انہیں حافظ محمد صدیق بھر چونڈی کی صحبت اور محبت نصیب ہوئی اور کچھ عرصے کے بعد وہ دین پور کے صوفی بزرگ حضرت غلام محمد کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوئے۔ دونوں بزرگوں کی صحبت نے ان کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ وہ مسلمانوں کی ثقافتی، سیاسی بہتری اور برتری کے لیے جانفشانی سے کام کرتے رہے، درحقیقت انہوں نے اپنی پوری زندگی اسلام اور نسلِ انسانی کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے سندھ اور بہاولپور میں ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی تھی، پھر انہیں 1888 میں اسلامی علوم کے حصول کا شوق دار العلوم دیوبند لے گیا، جہاں وہ وقت کی جید علماء سے مستفیض ہوئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی ان پر خاص توجہ ہوئی اور وہ بلند پایہ عالم بن گئے۔ 1891 میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ 1908 تک سندھ میں درس دیتے رہے۔ اس دوران میں انہوں نے دو کتابیں ایک حدیث پر اور دوسری جہاد پر لکھی تھی، جسے انہوں نے شیخ الہند کو دکھایا بھی تھا اور انہوں نے ان کے کام کو پسند فرمایا۔

خدمات

1908 میں شیخ الہند نے مولانا سندھی کو سندھ سے دیوبند بلایا اور بعض اہم کام ان کے سپرد کیے۔ وہ چار سال تک 'جمعیت الانصار' کے تحت دار العلوم کے قدیم طلبہ کی تعلیم اور موجودہ طلبہ کی سیاسی تعلیم و تربیت کا کام خاموشی کے ساتھ کرتے رہے، جب انہیں دیوبند میں کچھ مشکلات پیش آئیں تو شیخ الہند کے حکم پر انہوں نے کام کا مرکز دہلی منتقل کر دیا جہاں انہوں نے ایک ادارے 'نظارۃ المعارف القرآنیۃ' کی بنیاد ڈالی، اس کے تحت وہ درس قرآن کے ذریعے انقلابی جذبات کو پروان چڑھاتے رہے۔ اس دوران انہوں نے بعض بڑے سیاسی رہنماؤں مثلاً حکیم اجمل خان، نواب وقار الملک، ڈاکٹر انصاری، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد علی جوہر وغیرھم سمیت بعض دیگر انقلابی پارٹیوں سے بھی رابطہ قائم رکھا تھا۔

برصغیر کی آزادی کے لیے مولانا سندھی 1915 سے 1939 تک تقریباً پچیس برس جلاوطن رہے۔ شیخ الہند نے ان کو افغانستان میں اپنا نمائندہ خلیفہ بنا کر بھیجا تھا تاکہ وہاں پر وہ جماعت کو منظم کریں، انہوں نے سات سال تک افغانستان میں رہ کر کام کیا۔ افغانستان کے حکمراں اور امیر ان کی بڑی عزت کرتے تھے، انہوں نے امیر امان اللہ خان کے مشیر خاص کے فرائض بھی انجام دیے اور ان کو انگریزوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا۔ جنگ میں خود بھی حصہ لیا اور اس کے نتیجے میں افغانستان آزاد ہوا، نیز برصغیر کی آزادی کی راہ ہموار ہوئی۔ اس کاروائی میں مولانا سندھی کا خصوصی کردار شامل تھا۔ مولانا ریشمی رومال تحریک کے محرک بھی تھے، اگرچہ تحریک ناکام ہوئی لیکن اس نے انگریزی حکومت کی بنیاد ہلادی۔

شیخ الہند کی حجاز میں گرفتاری کے بعد مولانا سندھی کا بھی افغانستان میں رہنا دشوار ہوگیا تو انہوں نے ترکی، ایران، حجاز، روس اور جرمنی وغیرہ جیسے ملکوں کا دورہ کیا اور عالمی سیاست دانوں سے تبادلہ خیال کر کے ہندوستان کی آزادی کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی، نیز اس سلسلے میں روس میں مشہور کمیونسٹ لیڈروں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ 1922 میں مولانا سندھی کابل کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے روس گئے اور ماسکو میں قیام کے زمانے میں انہوں نے روسی انقلاب کا مطالعہ کیا اور اسلامی انقلاب کی برتری ثابت کی۔ 1923 میں وہ روس سے ترکی پہنچے جہاں بدلتے ہوئے حالات کی پیش نظر انہوں نے سوراجیہ پارٹی کی بنیاد رکھی۔ 1926 میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ گئے، اس دوران ان کے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ 1939 میں ان کے حوالے سے قانونی پابندیاں اٹھائی گئیں تو 24 برس کی جلاوطنی کے بعد ہندوستان واپس آئے اور لاہور میں 'بیت الحکمہ' نامی ایک ادارہ قائم کیا جہاں تفسیر القرآن اور حجۃ اللہ البالغہ کا آخر تک درس دیتے رہے۔ اس کے نصاب میں شاہ ولی اللہ کی کتابوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ اور مولانا سندھی

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے جامعہ بلانا چاہا اور ان سے درخواست کی کہ وہ دہلی آجائیں اور جامعہ میں قیام کریں نیز اساتذہ اور طلبہ کو اپنے علوم سے بہرور کریں، لیکن انہوں نے سندھ کو ترجیح دیتے ہوئے معذرت کرلی، البتہ ان کا خیال تھا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی میں بیت الحکمت قائم کیا جائے جہاں اس انداز سے مذہبی فلاسفہ کی تعلیم دی جائے کہ ملک مذہبی تعصب کے دلدل اور تنگ نظری کی فضا سے نکل سکے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی وائس چانسلر ڈاکٹر ذاکر حسین نے جامعہ کی سلور جوبلی کے موقع پر بیت الحکمت کے قیام کا عزم کیا اور اس عمارت کے لیے 25000 روپے کی قوم سے اپیل کی تھی۔

مولانا جو کبھی مذہبی، قومی اور ملکی کاموں سے غافل نہ رہے اور آخری عمر میں بڑھاپے کی کمزوری اور بیماری کے باوجود وہ قوم وملت کی رہنمائی اور وطن کی خدمت میں مصروف رہے، کی وفات 2 رمضان المبارک 22 اگست 1944 کو گوٹھ دین پور متصل خان پور، ریاست بہاولپور میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً اکہتر برس تھی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ خطبات ومقالات ۲۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ۳۔ قرآن شعور انقلاب ۴۔ تفسیر المقام المحمود ۵۔ قرآن کا مطالعہ کیسے کیا جائے؟

***

مصادر ومراجع

(1) مولانا عبیداللہ سندھی۔ حالات زندگی، تعلیمات اور سیاسی افکار، پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکادمی، لاہور، 1943

(2) مولانا عبیداللہ سندھی۔ افکار وخدمات، ڈاکٹر ابوسلمان سندھی، شاہد حسین خان، المحمود اکیڈمی، اردو بازار، لاہور، 1995

(3) ذاتی ڈائری، مولانا عبیداللہ سندھی، ادبستان بیرون موچی دروازہ، لاہور، 1946

شہناز پروین
(ایم اے، سال آخر)

مولانا اسلم جیراجپوری: (مختصر تعارف)

مولانا اسلم جیراج پوری عالم اسلام کے ممتاز مفکروں اور علماء میں سے ہیں۔ اہل قرآن کے نام سے شہرت پانے والوں میں ان کا نام بھی شامل ہے۔ وہ ایک علمی شخصیت تھے جو اپنا ایک نقطہ نظر رکھتے تھے۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا رہا ہے۔

مولانا اسلم جیراج پوری کی پیدائش 27 ؍جنوری 1882 کو اعظم گڑھ کے قصبہ جیراج پور میں ہوئی۔ ان کے والد مولانا سلامت اللہ بیراج پوری خود ایک عالم دین تھے۔ مولانا نے علم دینی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور پرورش پائی۔ ان کی پرورش و پرداخت اپنے دادا اور دادی کے سایہ شفقت میں ہوئی۔ ان کو پانچ برس کی عمر میں مدرسے میں داخل کرایا گیا جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر والد اور والدہ کے ساتھ بھوپال آئے، جہاں پر حفظ قرآن کیا۔ اس کے بعد عربی فارسی، ریاضی اور فقہ کی بھی تعلیم حاصل کی، انھوں نے قرآن کی تفسیر خود اپنے والد سے پڑھی اور اس کے بعد انھوں نے اس زمانے کے رواج کے مطابق تیراندازی اور فن حرب کی تربیت بھی لی۔

تعلیم مکمل کرنے کے 1903 میں مولانا اسلم نے روزنامہ پیسہ لاہور میں مترجم کی حیثیت سے ملازمت اختیار کرلی۔ 1906ء میں مولانا اسلم جیراج پوری علی گڑھ چلے آئے۔

جامعہ ملیہ سے وابستگی:

1906 میں علی گڑھ کے بعد علی گڑھ کالج میں عربی فارسی کے معلم مقرر ہوئے۔ اور وہیں تدریسی خدمات انجام دیں۔ تقریباً چھ برسوں تک علی گڑھ میں رہے، بعد میں مولانا محمد علی جوہر کے اصرار پر اے ایم یو چھوڑ کر جامعہ ملیہ اسلامیہ تشریف لائے اور اسلامی تاریخ، حدیث اور قرآن کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے کئی رسالوں میں علمی و تحقیقی مضامین لکھے۔ وہ اپنی علمیت کی وجہ سے اتنے مشہور ہو گئے تھے کہ صرف مولانا کہہ دینے سے لوگ مولانا اسلم جیراج پوری سمجھ جاتے تھے۔ وہ تا حیات اسی ادارے سے وابستہ رہے۔

مولانا اسلم جیراج پوری نے اپنی زندگی میں قرآن اور حدیث کا مطالعہ کیا اور قرآن کے معانی و مفاہیم پر گہرائی سے غور وخوض کیا۔ مولانا

اسلم علامہ اقبال کی فکر سے متاثر تھے اور اکثر دینی مسائل پر گفتگو کے لیے ان کے دولت کدے پر تشریف لے جاتے تھے۔ان کا شعری ذوق بھی بہت اعلیٰ تھا۔وہ فن شعرا کے اسرار و رموز سے بخوبی آگاہ تھے۔علامہ اقبال کی بعض تصانیف پر ان کے تبصروں سے ان کے ذوقِ شعر کی بلندی اور ان کی ناقدانہ بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا جیراج پوری دین وادب کے متنوع دوائر میں امانت کے منصب پر بھی فائز تھے۔قرآن اور حدیث پر بھی ان کا اپنا موقف تھا،جس طرح علامہ اقبال اسلام کے بعض مسائل پر اپنا الگ موقف رکھتے تھے۔جس کا اظہار انہوں نے اپنے تصانیف میں کیا ہے۔ذیل میں ان کی تصانیف کا ذکر کیا جا رہا ہے:

تاریخ القرآن، تاریخ الامت، رسالہ محبوب الامت، نوادردات، فاتح مصر، حیات حافظ، الوارثہ فی الاسلام، ہمارے دینی علوم، عقائد اسلام، ارکان اسلام، تاریخ نجد وغیرہ۔ان کا ایک مختصر مجموعہ منظومات بھی جواہر ملیہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔

مولانا اسلم ہندوستان میں اسلام کی تجدید یا تجدید بن کے زبردست علم بردار تھے اور انہوں نے اسلام میں در آنے والی غیر اسلامی عناصر کی نشاندہی کی۔وہ تقلیدی فکر کی بجائے عقلیت اور اجتہادی فکر کے حامی تھے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی مفکرین کا ایک طبقہ ان سے نالاں ہوگیا اور انہیں منکر حدیث کے زمرے میں ڈال دیا۔اپنی تصانیف اور اپنی فکر کی وجہ سے انہیں بھی منکر حدیث قرار دیا گیا۔وہ خود بھی خود کو کسی زمرے میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔وہ سمجھتے تھے کہ اختلاف رائے کی بنا پر کسی کو مسلک سے باندھ دینا صحیح نہیں ہے۔مسلمان ہمیشہ مسلمان ہوتا ہے،وہ کسی خانہ میں بٹا نہیں ہوتا۔

مولانا اسلم جیراج پوری ہندوستان میں اسلام کی تجدید یا تجدید دین کے زبردست علم بردار تھے اور انھوں نے اسلام میں در آنے والی غیر اسلامی عناصر کی نشاندھی کی۔ وہ تقلیدی فکر کی بجائے عقلیت اور اجتہادی فکر کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی مفکرین کا ایک بڑا طبقہ ان سے نالاں ہو گیا اور انہیں منکر حدیث کے زمرے میں ڈال دیا۔ اپنی تصانیف اور اپنی فکر کی وجہ سے انہیں بھی منکر حدیث قرار دیا گیا۔ وہ خود بھی خود کو کسی زمرے میں دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اختلاف رائے کی بنا پر کسی کو مسلک سے باندھ دینا صحیح نہیں ہے۔ مسلمان ہمیشہ مسلمان ہوتا ہے،وہ کسی خانہ میں بٹا نہیں ہوتا۔

مولانا اسلم میں قابل رشک علمی و دینی بصیرت اور مجتہدانہ نقطہ نظر پیدا کرنے کا سہرا ان کے والد مولانا سلامت اللہ کے سر ہے۔مختصر یہ ہے کہ مولانا اسلم جیراجپوری نہ صرف ایک عالم قرآن وفقہ تھے بلکہ ایک بالغ نظر ناقد شعر وادب بھی تھے۔۔جنہوں نے دین فہمی کے ساتھ ساتھ اقبال فہمی میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ان کی وفات 28 دسمبر 1955 کو دہلی میں رحلت ہوئی۔

***

آفرین رحمٰن
(ایم اے، سال آخر)

اسلم جیراج پوری: حیات وخدمات

اسلم جیراجپوری کی پیدائش 27/جنوری 1882 کو اعظم گڑھ کے قصبے جیراجپور میں ہوئی۔ان کی پیدائش کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب کہ ہندوستان پر برطانوی حکومت کا کنٹرول تھا۔اسلم جیراجپوری کا پورا نام 'علامہ محمد اسلم جیراجپوری' تھا۔ان کے والد کا نام سلامت اللہ جیراجپوری (1850-1904) تھا۔ان کے والد یعنی سلامت اللہ اہل حدیث تحریک کے رکن تھے۔جب اسلم جیراجپوری کی پیدائش ہوئی تو اس وقت نواب صادق خاں نے ان کے والد سے درخواست کی کہ وہ مدرسہ واقفیہ بھوپال کا عہدہ صدارت قبول فرمالیں۔والد کے بھوپال جانے کے بعد اسلام جیراجپوری کی پرورش و پرداخت اپنے دادا اور دادی کے سایہ شفقت میں ہوئی اور بعض جگہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ والد کے بھوپال جانے کے بعد ان کے نانا، نانی کے سایہ شفقت میں ان کی پرورش ہوئی۔

تعلیم: اسلم جیراجپوری کی عمر جب 5 سال ہوئی تو انہوں نے اپنی تعلیم کی ابتدا کی۔ان کے والد نے ان کا 5 سال کی عمر میں مکتب میں داخلہ کرادیا۔ اور یہ مکتب (اسکول) بالکل ان کے قریب تھا۔وہ تعلیم حاصل کر ہی رہے تھے کہ اگلے ہی سال ان کے والد نے ان کی والدہ اور انھیں اپنے پاس بھوپال بلالیا۔اور بھوپال آنے کے بعد ان کے والد نے انھیں قرآن کے حافظے کے لیے داخل کرادیا۔اسلم جیراجپوری نے جب قرآن حفظ کرلیا تو اس کے بعد انھوں نے حساب، فقہ، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے والد نے انھیں خود تفسیر کی تعلیم دی۔

ان تعلیمات کو حاصل کرنے کے بعد اسلم جیراجپوری نے اپنے دوست توقیر حسن کے ساتھ مل کر مارشل آرٹ آف بانہ(Martial Art of Bana)، بینک(Bank) بنوت(Banot) اور شوٹنگ(Shooting) بھی سیکھی۔

تدریسی سفر: تعلیم مکمل ہونے کے بعد اسلام جیراجپوری نے 1903 میں رامپور کے پیسہ اخبار(Paisa Newspaper) میں ایک مترجم کی نوکری اختیار کرلی، مگر انھیں یہاں کام کرتے ایک سال ہی ہوئے تھے کہ جون 1904 کو بھوپال سے ایک خط آیا جس میں ان کے والد کی بیماری کی خبر تھی۔چنانچہ خط پڑھ کر وہ بھوپال واپس چلے گئے اور اگلے ہی دن 15/جون 1904ء کو ان کے والد کی وفات ہوگئی۔

اسی سال علامہ اسلم کی ملاقات مولوی عبد اللہ چکڑانوی سے ہوئی اور جب مولوی عبداللہ نے سنا کہ علامہ اسلم حدیث پر یقین نہیں کرتے تو انہوں نے اسلم کو تقریباً 3 گھنٹے بحث و مباحثے کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں سمجھے۔ ہاں لیکن اس کے بعد وہ اسلام میں حدیث کی اصل تلاش میں رہے۔ 1906 میں علامہ اسلم علی گڑھ کالج گئے جہاں انھوں نے 6 سال تک عربی و فارسی پڑھائی۔ 6 سال بعد 1912 میں انھیں لٹن لائبریری (Litton Library) میں کتابوں کو مرتب کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ یہاں انھوں نے کام کے ساتھ 'تعلیمات قرآن' بھی لکھی۔

مولانا اسلم کی کاروباری زندگی بہتر چل رہی تھی مگر روحانی طور پر وہ اسلام میں حدیث کی اہمیت و مقام کو لے کر کشمکش میں تھے اور اس لیے انھوں نے قرآن و حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور وہ اپنی سوجھ بوجھ سے اس نتیجے پر پہنچے کہ ''حدیث کو اسلام کی طرز پر دیکھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں ضرور لکھتے۔ جیسا کہ قرآن کے معاملے میں ہے۔ ان کا ماننا تھا کہ اسلام کی تعلیم اور اس کے بارے میں جاننے کے لئے قرآن کافی ہے اور مکمل ہے''۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستگی:

اسلم جیراجپوری نے انگریزوں کے اقتدار کو کبھی بھی پسند نہیں کیا اور ایسے میں جب جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم ہوا تو انہوں نے کھلے دل سے اس کا ساتھ دیا اور جب مولانا محمد علی جوہر نے ان سے جامعہ میں اپنی خدمات انجام دینے کے لیے کہا تو اسلم جیراجپوری نے ان کے اصرار سے متاثر ہو کر ان کی بات کو قبول کرلیا۔ اور علی گڑھ کے عیش و آرام، شہرت و مقبولیت چھوڑ کر جامعہ میں ابتدائی دنوں سے خدمات انجام دینے لگے۔

مولانا اسلم جیراجپوری جامعہ میں اسلامک اسٹڈیز سے وابستہ رہے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ، حدیث و قرآن کی تعلیم دی، اس کے علاوہ

مولانا اسلم جیراجپوری جامعہ میں اسلامک اسٹڈیز سے وابستہ رہے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ، حدیث و قرآن کی تعلیم دی، اس کے علاوہ وہ اردو، عربی و فارسی زبان میں بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ جب جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم ہوا تو اس کے کچھ وقت بعد تقریباً 1923 میں شعبہ تصنیف و تالیف قائم ہوا اور اس کی جانب سے ایک رسالہ ''جامعہ'' کے نام سے نکلتا تھا۔ جس کے پہلے مدیر نورالرحمن جو کہ 1923 سے 1924 تک رہے۔ اس کے بعد یہ خدمات اسلم جیراجپوری نے سنبھال لی۔ وہ اس رسالے کے 1924 سے 1934 یعنی دس سال تک مدیر رہے۔ اس میں جولائی 1924 تا مارچ 1925 میں وہ اکیلے مدیر رہے پھر اس کے بعد ستمبر 1925 تا فروری 1926 تک یوسف حسین خاں کے ساتھ ادارت میں شریک رہے۔ پھر انہوں نے مارچ 1926 تا دسمبر 1933 تک سید عابد حسین کے ساتھ کام کیا اور اس کے بعد ایک سال 1934 تک اکیلے ہی رسالے کی ذمہ داری سنبھالی۔ اسلم جیراجپوری نے اس رسالے میں تقریباً 40 مضامین لکھے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے جامعہ پر ایک نظم بھی لکھی جو کہ 'روح جامعہ' کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا اسلم جیراجپوری جامعہ میں اپنے علم و عقل اور افکار کی وجہ سے بھی بہت مشہور و معروف تھے۔ وہ جامعہ کی ایک ایسی مشہور شخصیت تھے کہ اگر کوئی صرف مولانا کہہ دیتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ مولانا اسلم جیراجپوری کی ہی بات ہو رہی ہے۔

وہ اردو، عربی و فارسی زبان میں بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ جب جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم ہوا تو اس کے کچھ وقت بعد تقریباً 1923 میں شعبہ تصنیف و تالیف قائم ہوا اور اس کی جانب سے ایک رسالہ ''جامعہ'' کے نام سے نکلتا تھا۔ جس کے پہلے مدیر نور الرحمن جو کہ 1923 سے 1924 تک رہے۔ اس کے بعد یہ خدمات اسلم جیراجپوری نے سنبھال لی۔ وہ اس رسالے کے 1924 سے 1934 یعنی دس سال تک مدیر رہے۔ اس میں جولائی 1924 تا مارچ 1925 میں وہ اکیلے مدیر رہے پھر اس کے بعد ستمبر 1925 تا فروری 1926 تک یوسف حسین خاں کے ساتھ ادارت میں شریک رہے۔ پھر انھوں نے مارچ 1926 تا دسمبر 1933 تک سید عابد حسین کے ساتھ کام کیا اور اس کے بعد ایک سال 1934 تک اکیلے ہی رسالے کی ذمہ داری سنبھالی۔ اسلم جیراجپوری نے اس رسالے میں تقریباً 40 مضامین لکھے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے جامعہ پر ایک نظم بھی لکھی جو کہ 'روح جامعہ' کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا اسلم جیراجپوری جامعہ میں اپنے علم و عقل اور افکار کی وجہ سے بھی بہت مشہور و معروف تھے۔ وہ جامعہ کی ایک ایسی مشہور شخصیت تھے کہ اگر کوئی صرف مولانا کہہ دیتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ مولانا اسلم جیراجپوری کی ہی بات ہو رہی ہے۔

مولانا مجیب کہتے تھے: ''اسلم جیراجپوری کا علم کتابی نہیں تھا اور ہمیشہ نئے اثرات قبول کرنے کو تیار رہتے تھے''۔

علمی خدمات: اسلم جیراجپوری نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، ذیل میں ان کی بعض تصانیف کا ذکر کیا جا رہا ہے:

میری طالب علمی: یہ ان کا ایک مضمون ہے جس میں انہوں نے اپنے تعلیم کے بارے میں بتایا ہے۔

تعلیمات قرآن: اس میں انہوں نے قرآن کی تعلیمات کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے اور بتانا چاہا ہے کہ قرآن اپنے آپ میں ہی مکمل ہے اور قرآن کو خود قرآن کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے، اس کے لیے خارجی وسیلے (حدیث) کی ضرورت نہیں۔

تاریخ القرآن: یہ کتاب قرآن کی مفصل تاریخ ہے۔ اس میں قرآن کے نزول کی ابتدا سے لے کر اس کی ترتیب اور کتابی صورت میں اس کی اشاعت تک اور قرآن سے متعلق دیگر تمام مسائل کا مفصل بیان ہے۔

روح جامعہ: یہ جامعہ پر لکھی گئی نظم ہے۔

تاریخ الامت: یہ کتاب اسلامی تاریخ پر ہے اور اس میں انھوں نے ٹھوس تاریخی شواہد اور عقلی دلائل پر ہی تکیہ کیا ہے اور جذباتی باتوں کو کماحقہ نظر انداز کیا ہے۔

نوادرات: اس میں اسلم جیراجپوری کے مضمون ہیں۔

فاتح مصر: اس کتاب میں مصر کے فاتحین کی حیات و خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔

حیات حافظ: یہ کتاب خواجہ حافظ شیرازی کی حیات و خدمات پر ہے۔

حیات جامی: یہ کتاب نور الدین عبد الرحمن جامی کی زندگی کے مکمل حالات اور علمی کارنامے بیان کرتی ہے۔

خواتین: اس میں 33 مشہور اسلامی خواتین کی سوانح عمری اور ان کے مفید و مستند تاریخی حالات ہیں۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مولانا اسلم جیراجپوری نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں جیسے عقائد الاسلام، ارکان اسلام، تاریخ نجد، الوارثۃ فی الاسلام، جواہر ملیہ، محبوالابث، مقالات اسلم اور سیرت عمر بن عاص وغیرہ۔

☆☆☆

شفیع الرحمن خان
(ایم اے، سال آخر)

ڈاکٹر عابد حسین

ڈاکٹر عابد حسین نے آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد ملک وملت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ماہر تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام وبقال کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ جنگ آزاد میں قومی قائدین کے شانہ بشانہ قربت ملت کے لئے خدمات انجام دیتے رہے۔ جواہر لال نہرو، گاندھی جی، حکیم اجمل خاں، محمد علی جوہر اسی طرح دیگر اس عہد کے قائدین سے آپ کے مراسم تھے۔ اتنے بڑے لوگوں سے تعلقات کے باوجود کبھی عہدے کی خواہش نہیں کی اور جامعہ کی عسرت بھری زندگی پر قانع رہے۔ جامعہ کے استحکام وبقام میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

پیدائش اور خاندان: ڈاکٹر صاحب کے آباواجداد ترمذ سے ہندوستان آئے، کہا جاتا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ سید حسن انبدگی سولھویں صدی میں ہندوستان آئے۔ عابد صاحب کے والد حامد حسین صاحب کو بھوپال میں شاہجہاں بیگم کے دور حکومت میں ملازمت مل گئی۔ اسی دوران سید عابد صاحب 25/جولائی 1894 ہفتہ کے دن پیدا ہوئے۔ تعلیم شروع ہونے سے پہلے ننہال لکھنؤ میں رہے۔

تعلیمی سفر: آپ کے دادا سید مہدی حسن نے 1910ء کو بھوپال بلاکر تعلیم کا آغاز کرایا۔ پھر جہانگیر ہائی اسکول میں داخلہ لیا۔ 1916 میں الہ آباد یونیورسٹی میں دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ میور سینٹرل کالج سے انٹر پاس کیا۔ پھر بی اے (فلسفہ، فارسی، انگریزی) 1920ء میں پاس کیا۔ پھر برلن یونیورسٹی جرمنی سے پی ایچ ڈی کے لیے داخلہ لیا۔ اسی زمانہ میں پروفیسر محمد مجیب اور بعد میں ذاکر حسین صاحب بھی برلن آگئے۔ اسی زمانہ میں دیان (آسٹریا) میں آپ کی ملاقات حکیم اجمل خاں اور مختار انصاری سے ہوئی۔ اجمل صاحب نے بتایا کہ وہ جامعہ کو دہلی منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی مالی مسائل اور مشکلات کا ذکر کیا۔ آپ اس بات پر راضی ہوگئے کہ ہندوستان جاکر جامعہ ملیہ کی خدمت کریں گے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ سے وابستگی: 1926 میں عابد صاحب، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر حسین صاحب نے برلن سے ہندوستان آئے اور جامعہ سے وابستہ ہوگئے۔ اصحاب ثلاثہ کی آمد پر جامعہ میں چراغاں ہوا۔ جامعہ کے ارکانِ ثلاثہ میں بھی عابد صاحب کا علمی مرتبہ مسلم اور فکری حیثیت فائق وابتر ہے۔ عابد صاحب رجسٹرار بنائے گئے اور ساتھ ہی رسالہ جامعہ کے مدیر بھی مقرر ہوئے۔ 1926ء میں آپ نے 'پیامِ تعلیم' کے نام سے

ایک رسالہ جاری کیا جس کے ذریعہ جامعہ کے کاموں کی تفصیل اور اس ادارہ کے مقاصد لوگوں تک پہنچائے جانے لگے۔ بعدازاں آپ شعبہ تصنیف وتالیف کے ناظم بھی مقرر ہوئے۔ پھر آپ کو فلسفہ پڑھانے پر معمور کیا گیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے ''مسلمانوں کی تعلیم اور جامعہ ملیہ اسلامیہ جیسے شہرہ آفاق مضامین کے ذریعہ مسلمانوں کی تعلیم کو اہم ترین قومی مسئلہ سے تعبیر کیا اور اپنی نسلوں کو اسلامی روایات پر مبنی زیور سے آراستہ کرنے پر زور دیا۔ اردو اکادمی، دہلی کے قیام و بقا میں بھی عابد صاحب کا بڑا دخل رہے۔

اسی طرح جب جامعہ کو مالی مشکلات پیش آنے لگی تو آپ نے ذاکر صاحب اور مجیب صاحب کی طرح اپنے مشاہرہ میں سے سو روپیہ کم کر دیا لیکن پھر بھی جامعہ کو استحکام نہ ملا تو بیس برس تک ماہانہ ڈیڑھ سو روپیہ جامعہ کی خدمت کا عہد لیا۔ گھر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے عابد صاحب کا خرچ سو روپے میں پورا نہیں ہو رہا تھا اس لیے آپ قرض لینے لگے۔ مالی دشواریوں کے سبب آپ 1930 میں جامعہ سے رخصت لے کر اورنگ آباد آ گئے۔

اورنگ آباد آمد اور انجمن ترقی اردو سے وابستگی: 1930ء میں جامعہ سے چھٹی لے کر کچھ عرصہ کے لیے اورنگ آباد میں مولوی عبد الحق کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا وہاں آپ کو 300 روپے ماہانہ ہرفاوسٹ کا اردو ترجمہ کرنے اور زیر ترتیب انگریزی، اردو لغت پر کام کرنے کا موقع ملا۔ تین برس بعد واپس دہلی آئے۔ انجمن کے کام کے ساتھ ہی جامعہ میں بھی بدستور کام کرتے رہے۔ آپ 1940 سے 1953ء تک جامعہ کالج کے پرنسپل رہے۔

سماجی خدمات: آزادی سے قبل ملک میں جو انتشار پھیلا تھا اس کو دیکھتے ہوئے آپ نے قوم کی خدمت کا فیصلہ لیا۔ 1948ء میں ایک ہفت روزہ اخبار 'نئی روشنی' کے نام سے نکالا جس کا مقصد مسلمانوں میں خود اعتمادی اور نئے حالات میں ان کی ذمہ داریوں سے انھیں آگاہ کرنا تھا۔ 1953ء میں وزارت تعلیم اور یونیسکو کی شرکت میں منعقدہ سیمینار سے 3 ماہ تک وابستہ رہے۔ 1953ء راک فیلر فاؤنڈیشن امریکہ کی دعوت پر عابد صاب نے جرمنی میں رہ کر اپنی کتاب 'ہندوستانی قومیت اور قومی تہذیب' کو انگریزی میں منتقل کیا اور 'گاندھی اور نہرو کی راہ' کے موضوع پر کتاب لکھی۔ 1956ء میں جب جامعہ سے سبکدوش ہوئے تو آپ کو اعزازی پروفیسر کا منصب دیا گیا۔

سوسائٹی کا قیام: 1960 تک علی گڑھ میں جنرل ایجوکیشن کورسیز کے ڈائریکٹر رہے۔ 1967 ذاکر حسین کی مدد سے ''اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اس سوسائٹی کا مقصد عالمی مذہبی تعلیمات کی مشترکہ خصوصیات کو علمی و استدلالی انداز سے دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا۔ 1949ء میں سوسائٹی نے اسلام اور عصر جدید اردو میں رسالہ جاری کیا۔ پھر اسی نام سے انگریزی میں بھی شائع ہوا۔

تصنیفی زندگی: آپ نے زمانہ طالب علمی سے ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ کالج میگزین کے لیے انگریزی اردو میں مضامین لکھتے رہتے۔ دبیر کی کتاب 'تاریخ فلسفہ اسلام' کا اردو ترجمہ کیا جو 1927 میں شائع ہوئی۔ عابد صاحب کو ڈرامہ سے بھی دلچسپی تھی۔ برلن سے ان کا ڈرامہ 'پردہ غفلت' شائع ہوا۔ برلن سے واپسی پر آپ نے ایک اردو اکادمی قائم کی۔ اس دور میں آپ نے خالدہ ادیب خانم کے مضمون 'ترکی میں مغرب کی کشمکش' کے عنوان سے ترجمہ کیا۔ 'قومی تہذیب کا مسئلہ اور ہندوستانی قومیت' جامعہ کی جوبلی کے موقع پر 1946ء میں شائع ہوئی۔

عابد صاحب نے ایک سال جرمنی میں رہ کر تلخیص کا ترجمہ نیشنل کلچر آف انڈیا کے نام سے کیا جس پر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے مقدمہ لکھا۔

ادبی و تنقیدی کارنامے: آپ نے کم و بیش دنیا کے تمام عظیم اور شاہکار ادب کا مطالعہ کیا تھا اور اکثر ادبی و شعری کارناموں کے سلسلے میں آپ کی اپنی مستقل رائے رہتی تھی۔ اردو، عربی، فارسی کے ساتھ انگریزی اور جرمنی زبان میں آپ کو دسترس حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم عابد صاحب کی تحریروں اور ان کے مضامین کو پڑھتے ہیں تو ان کی غیر معمولی رسائی، حیرت انگیز فکر ہر آن ہماری نگاہ میں ان کی بے پناہ علمیت اور عظمت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

ترجمہ نگاری: اگر یہ کہا جائے کہ اردو میں مغربی زبانوں سے تراجم کی ایک مستند اور معتبر روایت کے آپ بینی ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ سب

سے پہلا ترجمہ ٹیگور کا مضمون تھا جس کو وہ 'روبہ فردا' کے عنوان سے آپ نے ترجمہ کیا۔ علامہ اقبال جیسی شخصیت نے بھی آپ سے ترجمہ کی درخواست کی جس پر آپ نے معذرت کرلی۔ عابد صاحب کی زیادہ دلچسپی تاریخ، فلسفہ اور تہذیب پر تھی۔ لہٰذا آپ نے دو درجن سے زائد کتابوں کے ترجمہ کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ترجمہ نگاری کے لیے اپنی زبان کا ایک مستند ادیب ہونا بھی ضروری ہے جو نہ صرف زبان اور محاورہ پر قدرت رکھے بلکہ اس کی نظر کے سامنے وہ تمام عوامل سیاسی، سماجی ادبی ہو جو ادب کے وجود اور نشوونما کے ذمہ دار ہیں۔

ڈرامہ نگاری: آپ کی سماج کے نت نئے مسائل پر گہری نظر تھی۔ آپ سماجی زندگی میں انصاف، توازن اور حسن دیکھنے کے خواہاں تھے۔ زندگی کے حقائق پر بالواسطہ اظہار خیال کرنے کے لیے وہ ادبی اسالیب کے دیرپا اثرات کی نوعیت سے واقف تھے اس لیے انھوں نے پردہ غفلت، شریرلڑکا، حساب اور رومان اور معدہ کا مریض جیسے اہم ڈارمے لکھے۔

شاعری: آپ روایتی شاعر نہ تھے۔ لیکن آپ نے اپنی تخلیق کا اظہار وقتاً فوقتاً فرمائشی نظموں، قطعات تاریخ اور شادی وغم کے موقع پر نظمیں لکھی ہیں۔

تہذیبی نظریات: عابد صاحب فرماتے ہیں تہذیب کا کوئی تصور اقدار کے تصور کے بغیر ناممکن ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ تہذیب اور قومیت کی تعمیر ارتقا اور نشوونما کے لیے ہندوستان کی سرزمین سے زیادہ زرخیز زمین کم نظر آتی ہے یہاں ابتدا سے ہی ہر نوع کی ہم آہنگی رہی ہے۔ تہذیب کا تعلق کسی انسانی سماج اور معاشرے سے ہوتا ہے، جو اپنے اندر تہذیبی وحدت کے ساتھ سیاسی وحدت بھی رکھتا ہے تو یہی قوم بن جاتی ہے۔

☆☆☆

عبدالماجد رحمانی
(ایم اے، سال آخر)

شعبہ اسلامک اسٹڈیز — ایک تعارف

اسلامک اسٹڈیز کا آغاز

سوسال قبل ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام علی گڑھ کی سرزمین پر ہوا۔ ابتداء ہی سے اسلامیات جامعہ کی تعلیم کا حصہ بنا رہا البتہ تب اسلامک اسٹڈیز ایک علاحدہ مضمون کی حیثیت سے نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں ڈپارٹمینٹ آف اسلامک اینڈ عرب ایرانین اسٹڈیز قائم ہوا اور ۱۹۸۸ء میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے نام سے مستقل ایک شعبہ کا قیام عمل میں آیا۔

مقاصد: اسلامک اسٹڈیز یوں تو بظاہر نیا مضمون لگتا ہے لیکن یہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ اورینٹلزم اسلامک اسٹڈیز سے مراد اسلامی تہذیب وتمدن کی تاریخ ہے اسلامک اسٹڈیز میں اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ اسلام کے ہر پہلو پر تاریخی نقطہ نظر سے کام ہو مثلا اگر کوئی طالب علم فن جغرافیہ پر کام کر رہا ہو تو اس کے لیے یہ بتانا ضروری ہو جاتا ہے کہ فن جغرافیہ کس طرح اور کب اسلام میں شروع ہوا اس علم کی بنیادیں اور جڑیں کہاں پائی جاتی ہیں مسلمانوں نے اس میں قرون وسطی میں کیا اضافے کیے اور اس فن کو کب اور کیسے عروج پر پہنچایا اور پھر اس میں کس طرح زوال آیا اس طرح اسلامک اسٹڈیز دینیات یا اسلامیات سے مختلف اور بذات خود ایک مستقل مضمون ہے۔

کورس کا تعارف: جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے تحت بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کے کورسیز کرائے جاتے ہیں، بی، اے تین سالہ کورس ہے اور چھ سمسٹر پر مشتمل ہے، جس میں 16 رمضامین پڑھائے جاتے ہیں، یہ پیپرس اسلامی تاریخ وتہذیب، مثلا اسپین میں مسلمانوں کا عروج وزوال، ہندوستان میں مسلم دور حکومت، مسلمانوں کی تعلیمی واصلاحی تحریکات، فنون لطیفہ، مذہبی علوم، مسلم فرقوں کا آغاز وارتقاء جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہے۔

ایم، اے دو سالہ کورس ہے اور چار سمسٹر پر مشتمل ہے۔ ایم-اے میں بحیثیت مجموعی طور پر 28 رمضامین پڑھائے جاتے ہیں۔ جن میں مذہبی علوم: قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، مسلم فرقے اور علم کلام، نیز دراسات اسلامیہ میں غیر مسلموں کی خدمات، مسلم فلسفہ، معاصر اور جدید مسلم دنیا، دنیا کے بڑے مذاہب اور عہد وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی وفنی خدمات جیسے اہم عناوین کا تحقیقی وتفصیلی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔

شعبہ کے ذریعہ ہیومنیٹیز، سوشل سائنس اور نیچورل سائنس کے بی اے کے طلبا کو پہلے اور دوسرے سمسٹر میں اسلامیات اور آئی، آر، سی

(Indian Religion and Culture) کا لازمی پیپر بھی پڑھایا جاتا ہے، اسی طرح بی۔اے کے پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے سمسٹر کے طلبا کو اسلامک اسٹڈیز بطور ضمنی پیپر (subsidiary) پڑھایا جاتا ہے۔

صدورِ شعبہ: ذیل میں شعبہ کے صدور کی فہرست دی جارہی ہے، البتہ یہ فہرست باضابطہ شعبہ کے قیام کے بعد کی ہے:

پروفیسر عماد الحسن آزاد فاروقی	1988-1993
پروفیسر ماجد علی خان	1993-1996
پروفیسر اختر الواسع	1996-1999
پروفیسر شیث محمد اسماعیل اعظمی	1999-2002
پروفیسر عماد الحسن آزاد فاروقی	2002-2005
پروفیسر اختر الواسع	2005-2012
پروفیسر رضی احمد کمال	2012-2013
پروفیسر اقتدار محمد خان	2013-2016
پروفیسر محمد اسحق	2016-2019
پروفیسر سید شاہد علی	2019-Present

سابق اساتذہ کرام: باضابطہ شعبہ کے قیام سے قبل و بعد اسلامک اسٹڈیز کی درس و تدریس سے وابستہ اہم شخصیات کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا محمد اسلم جیراج پوری، مولانا محمد عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر سید عابد حسین، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، پروفیسر مشیر الحق، پروفیسر محمد سالم قدوائی، پروفیسر عماد الحسن آزاد فاروقی، پروفیسر ماجد علی خان، پروفیسر اختر الواسع، ڈاکٹر رشید الوحیدی، پروفیسر شیث محمد اسماعیل اعظمی، پروفیسر رضی احمد کمال اور پروفیسر فریدہ خانم کے نام قابل ذکر ہیں۔

موجودہ اساتذہ کرام: پروفیسر اقتدار محمد خان (سابق صدر شعبہ، موجودہ ناظم دینیات و ڈائریکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز)، پروفیسر سید شاہد علی (صدر شعبہ)، پروفیسر محمد اسحق (سابق صدر شعبہ، سابق ڈائریکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز)، جناب جنید حارث، ڈاکٹر محمد ارشد، ڈاکٹر محمد مشتاق، ڈاکٹر محمد خالد خان، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، ڈاکٹر خورشید آفاق۔

عارضی اساتذہ کرام (2020 تک): ڈاکٹر محمد تحسین زماں، ڈاکٹر محمد اسامہ، ڈاکٹر جاوید اختر، ڈاکٹر تمنا مبین اعظمی، ڈاکٹر ندیم سحر عنبریں، ڈاکٹر محمد مسیح اللہ، ڈاکٹر انیس الرحمن، ڈاکٹر عمار عبدالحئی۔

ہم نصابی سرگرمیاں: شعبہ میں تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیاں بھی موجود ہیں، جو طلبہ کی تنظیم 'بزم طلبہ' کے تحت انجام پاتی ہیں۔ اس کی تفصیل اسی شمارے میں موجود ہے، تکرار سے اجتناب کرتے ہوئے اس کا ذکر یہاں نہیں کیا جارہا ہے۔

***

محمد حسین
(ایم اے، سال اول)

جامعہ اور ذرائع ابلاغ

ابلاغ کیا ہے؟

ہم اگر اپنی روزمرہ کی زندگی پر روشنی ڈالیں تو محسوس ہوگا کہ ایک دوسرے سے بات چیت کے بغیر کوئی کاروبار نہیں چل سکتا، گھر میں ایک دوسرے سے گفتگو ہو یا بازار میں اپنی ضرورت کی خرید و فروخت ہو، اسکول، کالج میں تعلیم کا سلسلہ ہو یا سیاست دانوں کا عوام تک اپنا نقطہ نظر پہنچانے کا معاملہ ہو یا پھر انسان کو اپنی سوچ و فکر کو پہنچانا ہو، چنانچہ ہر معاملات میں ہمیں ایسے ذرائع کی ضرورت پڑتی ہے جس سے ہم اپنی سوچ و فکر کو، اپنی بات کو دوسروں تک پہنچا سکیں، جن ذرائع کے ذریعے سے ہم اپنی بات، اپنی سوچ و فکر کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں اس عمل کو ابلاغ کہتے ہیں۔

لغوی و اصطلاحی معنیٰ

لفظ 'ابلاغ' دراصل انگریزی لفظ 'کمیونکیشن' کا اردو ترجمہ ہے۔ انگریز کا لفظ دراصل لاطینی زبان کا لفظ 'کمیونی کیئر' سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنیٰ ہیں 'اشتراق پیدا کرنا' یا 'حصہ دار' بنانا ہے۔ عربی میں ابلاغ کا لفظ 'مبلغ' سے ہے جس کا مطلب ہے پھیلانا پہنچانا۔

مائنس سیکر کہتا ہے: ''نظریات و خیالات اور اطلاعات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے یا ایک فرد سے دوسرے کو منتقل کرنے کا عمل ابلاغ کہلاتا ہے''۔

ابلاغ کے فوائد:

موجودہ دور ابلاغ کا دور ہے۔ دنیا بھر میں ہزاروں اخبارات، لاکھوں رسائل و جرائد اور کتاب ہر روز شائع ہوتی ہیں جن سے ہم مستفیض ہوتے ہیں۔ اسی طرح ٹیلی ویژن نے ہماری زندگی میں ایک اہم مقام پیدا کیا ہے جو اس کردار کو نبھانے میں بہت موثر ثابت ہوا ہے اسی طرح اس جدید دور میں ٹیلیفون کے ذریعہ ہم گھر بیٹھے دنیا کے کونے کونے تک اپنی باتوں کو پہنچاتے ہیں تو کہیں اخبار اور رسائل کے ذریعے اپنی سوچ و فکر کو ظاہر کرتے ہیں۔

میرا موضوع (ذرائع ابلاغ) ہے اس کے تحت اگر میں قلم کو حرکت دوں تو وسیع دفاتر درکار ہوں گے اس لیے میں مختصر ہر شے کا تعارف

کراؤں گا تا کہ (خیر الکلام ماقل ودل) کے تحت میر اقلم انجماد کی طرف گامزن ہو۔

ذرائع ابلاغ میں جامعہ کا کردار:

جامعہ نے ہر میدان میں ترقی کی ہے اور اس میں ایسے ایسے نایاب اور بیش قیمت جو ہر پیدا کئے ہیں، جس کی مثال زمانہ دراز عرصہ تک نہیں لاسکتا مثلاً:

Roshan Abbas, TV anchor & RJ
Harsh Chhaya, Film Actor
Barkha Dutt, Consulting Eidtor, NDTV> Padma Shri Recipient.
Ritu Kapur, Media Enterpreneur
Habib Faisal, Screenwriter & Director
Shazia Ilmi/ News Anchor & Politician
Nishtha Jain, Noted Documentary Film-maker
Sharat Katariya, Film Director
Kabir Khan, Celebrated Film Director
Shahruk Khan, Noted Film Actor> Padma Shri and Legion D'honneur Recipient (Did not Graduate)
Bollywood; Film Director and producer
Danish Siddiqui, Photojournlist
Danish Aslam, Film Director
Neha Dixit, Indian Journalist
Saba Dewan, Documentary Film-maker

ماس کمیونیکیشن ریسرچ سنٹر:

ماس کمیونیکیشن ریسرچ سنٹر ہندوستان کا ایک اہم میڈیا ادارہ ہے جس کو 1982 میں جناب انور جمال قدوائی (جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سابق وائس چانسلر) کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ کمیونیکیشن ریسرچ سنٹر جدید میڈیا آرٹ اور ٹیکنالوجی میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ وغیرہ کورس دستیاب کراتی ہے، ماس کمیونیکیشن ریسرچ سنٹر پیشہ وارانہ اکیڈمی طور پر ایک باصلاحیت اساتذہ کے ذریعہ میڈیا کی اعلیٰ تعلیم اور تربیت فراہم کرتا ہے۔ جناب انور جمال نے یارک یونیورسٹی ٹورنٹو اور کینیڈا کے بین الاقوامی ترقیاتی امدادی ایجنسی کے اشتراق ماس کمیونیکیشن کو قیام عمل میں لایا، تقریباً دو دہائیوں سے ماس کمیونیکیشن سنٹر یونیورسٹی گرانٹ کمیشن (UGC) کے سی آئی سی (CIC) کے لیے اعلیٰ معیار کی تعلیم پروگرام کرنے میں سرفہرست رہا ہے جس نے قصبہ اور دیہات جیسے مقامات پر تعلیم حاصل کرنے والے انڈر گریجویٹ طلبہ کی ضرور کو پورا کرنے کے لیے 1984 میں اپنے یوجی سی ٹیلی ویژن پروجیکٹ کا آغاز کیا تھا اس کے نیشنل ریسرچ سنٹر نے اب تک ایک ہزار سے زیادہ پروگرام تیار کیے ہیں جن میں سے کافی تعداد میں ایوارڈ یافتہ ہیں۔

کمیونٹی ریڈیو جامعہ 90.4 ایم ایم

جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمیونٹی ریڈیوٹ اتحاد کی یکجہتی، ایک ایسی جماعت کو تعمیر کرنے میں مدد کے لیے اکٹھے ہونے کا احساس دلاتا ہے جس کی ہم خواہش کرتے ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ شمالی ہند کے ایک سرکردہ اداروں میں سے ایک ہے جس نے کیمپس کمیونٹی ریڈیو چلانے کے لیے ''منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ'' سے لائسنس حاصل کیا ہے، ریڈیو جامعہ 90.4 ایف ایم نے 15 مارچ 2005 کو 60 منٹ تک

اپنی پہلی آزمائشی براہ راست نشریات کا آغاز کیا۔ باقاعدہ ٹرانسمیشن 26 مئی 2005 سے ہر ہفتے کے دن ساٹھ منٹ کے لیے شروع کی گئی۔ ریڈیو جامعہ 90.4 ایف ایم کا باقاعدہ افتتاح 6 مارچ 2006 کو ہوا، اس وقت کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحسن مشترکہ اقدار اور مقامی ثقافتوں کے تحفظ کے حامی رہے تھے۔ آج یہ کمیونٹی کی نبض ہیں اور باخبر، تعلیم یافتہ، اور پر اعتماد کمیونٹی بنانے کے لیے کام کرتی ہے۔ اس کمیونٹی کے ممبران، جو شو کی تیاری میں کثرت سے حصہ لیتے ہیں، ہدف کے سامعین کی زندگیوں اور افکار کو بہتر بنانے کے مقصد کو پورا کرتے ہیں اور اپنے مخصوص مفادات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہ ہدف کے سامعین کے مختلف ذوق کے مطابق کرنے کے لیے متعدد شو کی شکل پیش کرتا ہے۔ انٹرویو ہوں، تبادلہ خیال، ووکس پاپ (عوام کی آواز)، یہ برادری کے ساتھ مل کر کام کرنے کے جدید اور موثر طریقوں کے لیے کوشاں ہے۔ کارٹون لائن 'آپ کی آواز' کمیونٹی کے ممبروں کی شرکت کی اہمیت کا اعادہ کرنے کے لیے صرف آگے بڑھتی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے اس عمدہ کاوش کو بنیادی ڈھانچے کی ترقی اور تکنیکی اشیا کی خریداری کے لیے مالی تعاون فراہم کیا۔ فنڈز حکمت عملی میں یونیورسٹی کے طلبا سے عائد کردہ چارجز شامل ہیں۔ یہ ایک ذمہ دار چینل ہے اور اپنے سننے والوں کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے، ہم آن لائن ہو گئے ہیں! اس لیے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ آپ کہیں بھی ہوں، آپ اپنے پسندیدہ شوز سے محروم نہیں ہوں گے۔ معاشرے کے تمام طبقات کی ترقی کے لیے ہماری طویل وابستگی اور لگن کی طرف یہ ایک اور واضح اقدام ہے۔ جامعہ کمیونٹی ریڈیو لوگوں کی آواز بن گیا ہے۔

یہ تبادلۂ خیال اور برادری کے تمام طبقات کو با اختیار بنانے کے لیے ایک مناسب پلیٹ فارم کا کام کرتا ہے۔ وہ ہمارے جامعہ اسٹوڈیوز میں آسکتے ہیں، اور اپنے خدشات، اختلاف رائے اور محبت کو عام کر سکتے ہیں، تاکہ کمیونٹی میں مکالمہ پھیل سکے۔

جرنلزم:

جرنلزم کا کورس 2007 میں شروع کیا گیا تھا، صحافت کی تبدیلیوں کے بروقت جواب کے طور پر عالمی میڈیا، اسکیپ کے تیز رفتار تبدیلیوں کا سامنا کرنے کے لیے اس کو تصور میں لیا گیا۔ براڈ کاسٹ ریڈیو اور ٹیلی ویژن آن لائن اور فوٹو جرنلزم اس کورس کے لیے ہنر مند اور تربیت یافتہ صحافی تیار کیے گئے۔ پروگرام پوسٹ گریجویٹ کے طور پر شروع ہو کر ڈپلومہ اور ماسٹر میں تبدیل کیا گیا۔ 2013 میں ڈگری پروگرام شروع کیا گیا یہ پروگرام مستقبل کے پیشہ ور افراد کو تشکیل دینا ہے۔

الیکٹرانکس اینڈ کمیونیکیشن:

انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے فیکلٹی میں الیکٹرانک کمیونکیشن انجینئرز کا شعبہ 1994 میں آل انڈیا کونسل آف ٹیکنیکل ایجوکیشن کے آئی سی ٹی آئی کی منظور سے ملک، بیرون ملک ڈیزائن انجینئروں کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے وجود میں آیا۔ اس کے آغاز کے بعد سے اس شعبہ کا بنیادی مقصد الیکٹرانک اور مواصلاتی انجینئرنگ کے مختلف شعبوں میں انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ اور ڈاکٹریٹ کے سطح پر معیاری تعلیم و تربیت اور تحقیق فراہم کرنا ہے جس کے ساتھ الیکٹرانکس اور مواصلاتی نظام کے ڈیزائنز کے پہلوؤں پر وسیع زور دیا گیا ہے۔ اس عظیم ادارے کے بانی اجداد کا مشن تمام اسٹیک ہولڈرز کے لیے ایک روشنی کا کام کرتا ہے اور اس شعبہ کو اعلیٰ تعلیم کے ایک بہترین ادارہ میں بنانے اور جدید ترین تعلیم تجربہ فراہم کرنے میں حوصلہ افزائی کرتا ہے، بین الاقوامی سطح پر معیار کی تعلیم دانشور عصری تشویش کے سرحدی علاقوں میں آزادی اور تنقیدی تحقیقات کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

☆☆☆

سجاعلی
(ایم۔اے،سال اول)

تعلیم نسواں کے فروغ میں جامعہ کا کردار

ہم جانتے ہیں کہ دولت علم سے بہرہ مند ہونا ہر مرد وعورت کے لیے ضروری ہے۔ترقی صرف اس قوم کا مقدر ہے جس قوم کے افراد علم کی دولت سے بہرہ مند ہوں۔علم کے بغیر انسان اللہ کو جاننے سے بھی قاصر ہے۔کسی بھی عمل کے لیے علم ضروری ہے کیوں کہ جب علم نہ ہوگا تو اس پر عمل کیسے ہو سکے گا؟اسی لیے مذہب اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے لیے علم کا حصول فرض قرار دیا خواہ اس کے لیے دور دراز کا سفر کیوں نا کرنا پڑے۔

یہ بھی حقیقت ہے کے کسی بھی قوم کی ترقی کے لیۓ اس قوم کی خواتین کا اہم کردار ہوا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ بانیان جامعہ نے جامعہ کے قیام کے وقت خواتین کی تعلیم کا بھی خیال رکھا۔جن کی کوششوں کی بدولت آج جامعہ کی فارغ التحصیل خواتین ہندوستان اور بیرونی ممالک میں بھی اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

جامعہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جہاں JAMIA GIRLS SENIOR SECONDRY SCHOOL جو لڑکیوں کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے برسرپیکار ہے۔ اس اسکول کا قیام 2008 میں کیا گیا اس اسکول میں نویں جماعت سے بارہویں جماعت تک کی تعلیم دی جاتی ہے اس میں خاص ان لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی ہے جو سماج کی اقلیتی برادری سے تعلق رکھتی ہیں۔اس کے علاوہ جامعہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول ک لیۓ ایک شعبہ Sarojini Naidu Centere for Women's Studies موجود ہے جو سروجنی نائیڈو کے وضع کردہ نظریات کی حمایت کرتا ہے جو اپنے وقت کے سیاسی کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک وومن ایکٹیوسٹ بھی تھیں۔اس شعبے میں خواتین کو مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے اس شعبے کا مقصد خواتین کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنا اور خواتین کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔

اب ہم ان خواتین کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بنیاد پر اپنا اور جامعہ کا نام روشن کیا۔

ا۔ نہاریکا آچاریہ: یہ ایک صحافی ہیں انہوں نے جامعہ کے ماس کمیونیکیشن ریسرچ سینٹر سے ایم۔اے،کیا اور یہ ہندوستان کے مختلف چینل پر اینکر کی عہدے پر کام کرتی ہیں۔

۲۔ انجنا اوم کشیپ: یہ بھی ایک ہندوستانی صحافی ہیں۔انہوں نے جامعہ کے ماس کمیونیکیشن سے ڈپلومہ کیا آج یہ ہندی نیوز چینل آج تک کی اینکر ہیں۔

۳۔ ندھی بشٹ: یہ ایک ہندوستان کی بڑی فلم ساز اور وکیل ہیں انہوں نے جامعہ کے فیکلٹی آف لاء سے ایل،ایل،بی کی ڈگرے حاصل کی۔

جامعہ کی خوش نصیبی یہ ہے کہ اس وقت جامعہ کی وائس چانسلر بھی پروفیسر نجمہ اختر صاحبہ ہیں جو جامعہ میں اس عہدے پر فائز ہونے والی پہلی خاتون ہیں۔مختصر یہ جامعہ کا یہ امتیاز بھی قابل ذکر ہے کہ جس مقصد کے تحت جامعہ کا قیام عمل میں آیا وقت گزرنے کے ساتھ جامعہ ان مقاصد کو پورا کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔

سدرہ خان
(بی اے، سال اول)

ڈاکٹر ذاکر حسین میوزیم

(مختصر تعارف)

جامعہ ملیہ اسلامیہ جو ملک کی مشہور و معروف یونیورسٹی ہے، اس کا قیام 1920 میں عمل آیا تھا۔ جامعہ کے قیام میں ڈاکٹر ذاکر حسین کا اہم کردار رہا ہے، جس کا اعتراف اس شروع سے ہی کیا ہے، چنانچہ جامعہ میں ان کے نام سے ایک لائبریری بھی ہے جس کا نام 'ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری' ہے، جس کا شمار ملک کے نامور لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ ان کی یاد میں نہ صرف لائبریری بنائی گئی بلکہ ایک میوزیم بھی ہے، جسے لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں۔ ڈاکٹر ذاکر حسین میوزیم کی بنیاد 1972 میں رکھی گئی۔ جو بہت ہی خوبصورت ہے اور اسے سفید پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ اسے جامعہ کے کیمپس میں ہی بنایا گیا ہے۔ یہ صبح دس سے شام پانچ بجے تک کھلا رہتا ہے۔ یہیں ان کا مقبرہ بھی ہے جہاں ڈاکٹر ذاکر حسین اور ان کی اہلیہ شاہجہاں بیگم مدفون ہیں۔ میوزیم میں ذاکر حسین صاحب کی نادر و نایاب چیزیں موجود ہیں جو ناظرین کی کشش کا باعث ہیں۔ ان میں بھارت رتن ایوارڈ سمیت دیگر ایوارڈس اور میڈلس، شیروانی، صوفے، چھڑی، چشمے، گھڑی، برتن اور مختلف مواقع پر لی گئیں یادگار تصاویر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انھیں دیکھ کر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی شخصیت اور خدمات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

☆☆☆

انضمام القیوم اعظمی
(ایم اے، سال اول)

کھیل کے میدان میں جامعہ کی خدمات

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام کے ساتھ ہی بانیانِ جامعہ نے پڑھائی کے ساتھ کھیل پر بھی خصوصی توجہ دی ہے۔ اگرچہ اسے شروعاتی دور میں طلبہ کی تفریحی سرگرمیوں کی حیثیت سے لیا جاتا تھا اور اس میں جامعہ کے طلبہ کے ساتھ جامعہ برادری بھی حصہ لیتی تھی، لیکن 1971 میں پہلی بار تربیت یافتہ فزیکل ایجوکیشن ڈائریکٹر کی تقرری ہوئی اور جامعہ کا کھیلوں کے بارے میں شوقیہ نظریہ پیشہ ورانہ انداز میں تبدیل ہوا۔ 1977 میں اس نے آل انڈیا انٹر یونیورسٹی چیمپین شپ ریسلنگ میں اپنا پہلا گولڈ اور سلور میڈل جیتا جس کی وجہ سے اسے ایک نئی پہچان اور مقام ملا، اس کے بعد سے اب تک جامعہ کھیل کے میدان میں مسلسل ترقی کرتا رہا ہے اور اس نے ملک کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر کئی ایسے نامور کھلاڑی دیے ہیں جنہوں نے اپنے عمدہ اور لاجواب کھیل سے ملک کا نام روشن کیا ہے۔

منصور علی خاں پٹودی اسپورٹس کمپلکس

نواب منصور علی خان پٹودی اسپورٹس کمپلکس جسے عرف عام میں 'بھوپال گراؤنڈ' کہا جاتا ہے، جامعہ کے مرکزی کیمپس سے متصل ہے۔ اسے بھوپال کی مرحومہ بیگم، منصور علی خان پٹودی، سابق ہندوستانی کرکٹ کپتان کی والدہ محترمہ نے جامعہ کو عطیہ کیا تھا۔ اس کے قیام اور موجودہ شکل دینے میں فزیکل ڈاکٹر نور محمد خان کی کوششوں کا اہم کردار ہے جنہوں نے 1989 میں شیخ الجامعہ پروفیسر ظہور قاسم کو اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے راضی کیا تھا۔

جامعہ نے ماضی میں وومن کرکٹ ٹیسٹ میچز، وومن کرکٹ ورلڈ کپ میچوں اور بلائنڈ ورلڈ کپ کرکٹ میچوں کی میزبانی کی ہے، نیز وہ آل انڈیا یونی ورسٹی اور نارتھ زون کے کھیلوں کی بھی میزبانی کر چکا ہے۔ ہر سال یہاں سے مختلف ٹیمیں ملک کی یونی ورسٹیوں کا دورہ کرتی ہیں۔ یہاں کے کھلاڑیوں نے آل انڈیا یونی ورسٹی اور نارتھ زون اور نارتھ ایسٹ زون کے میچوں میں کرکٹ میں تین، باسکٹ بال میں تین، ہاکی میں چار، ٹیبل ٹینس میں ایک، لان ٹینس میں ایک بار اور کشتی، مکہ بازی اور بعض دیگر کھیلوں میں جیت اور میڈل حاصل کیے ہیں۔

جامعہ اسپورٹس کمپلیکس کو نہ صرف طلباء وطالبات بلکہ کارپوریٹ ہاؤسز، این جی اوز، شوقیہ اور پروفیشنل اسپورٹس ایسوسی ایشن، کلب، ڈی

ڈی سی اے وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ گولائی لیے ہوئے یہ گراؤنڈ بہت ہی خوب صورت اور سرسبز وشاداب ہے۔ اس میں چاروں طرف ناظرین کی بیٹھنے کے لیے آرام دہ جگہ بھی ہے اور کرکٹ گراؤنڈ کے کنارے کنارے کی زمینوں کو موسمی پھولوں سے خوش نما اور مزین بنایا گیا ہے۔ اس میں کرکٹ، باسکٹ بال، ٹینس، فٹ بال، ہاکی، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس، کیرم اور جم خانہ وغیرہ جیسی اہم سہولیات میسر ہیں اور اس کے علاوہ طلبہ و طالبات کو تیراکی، نشانہ بازی، کشتی اور مکے بازی کی سہولیت باہر سے فراہم کرائی جاتی ہے۔

ڈائریکٹرس

شیخ الجامعہ کی جانب سے 'فزیکل ایجوکیشن' کے ڈائریکٹر کا تقرر کیا جاتا ہے جس کی مدت کار میں حسب ضرورت اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں آغاز سے موجودہ ڈائریکٹرس کا نام مع مدت کار پیش کیا جارہا ہے:

(1) جناب نور محمد	1983 تا 2010
(2) پروفیسر وقار احمد صدیقی	2010 تا 2011
(3) جناب نور محمد	2011 تا 2014
(4) پروفیسر وقار احمد صدیقی	2014 تا 2014
(5) پروفیسر اقتدار محمد خان	2014 تا 2015
(6) سنجے سنگھ	2015 تا 2016
(7) پروفیسر اقتدار محمد خان	2016 تا 2020
(8) پروفیسر خالد معین	2020 تا حال

انڈور گیم

جامعہ اسپورٹس کمپلیکس کے شروع میں ہی انڈور گیم کی ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کی گئی ہے جسے 2010 میں کامن ویلتھ گیمز کے لیے 42 کروڑ روپے کے خرچ سے بنایا گیا تھا۔ اس کا افتتاح سابق شیخ الجامعہ، نجیب جنگ نے کیا تھا۔ یہ عمارت مکمل طور سے ایئر کنڈیشن ہے۔ اس میں ناظرین کے لیے بھی جگہ موجود ہے اور یہ ایک بین الاقوامی معیارات پر پورا اترتا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل سہولیات شامل ہیں:

بیڈمنٹن کورٹ، باسکٹ بال کورٹ، ٹیبل ٹینس کورٹ، کیرم، فٹنس سینٹر، ہیڈ آفس، کانفرنس ہال اور انتظار گاہ وغیرہ۔

قومی و بین الاقوامی سطح کے کھلاڑی

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے ملک کو کھیل کے مختلف میدانوں میں کئی نامور کھلاڑی دیے ہیں، ان میں سے بعض اپنی ٹیم کے کپتان بھی رہے ہیں اور حکومت ہند نے ان کی خدمات کے صلے میں انہیں ارجن ایوارڈ سے بھی نوازا ہے۔ ذیل میں بعض کے نام اور ان کے میدان کا ذکر کیا جاتا ہے:

☆ وریندر سہواگ (سابق کرکٹر) ☆ اوپن بہارت چکارا (ہاکی) ☆ دیویش سنگھ چوہان (ہاکی) ☆ دانش مجتبیٰ (ہاکی) ☆ گگن جیت سنگھ (ہاکی) ☆ مونکا جون (قومی ایتھلیٹ) ☆ فیروز گیاس (کرکٹر) ☆ ویویک گپتا (ہاکی) ☆ تن کمار (ہاکی) ☆ رمیز نیمت (رنجی ٹرافی اور دلیپ ٹرافی کرکٹر) ☆ اجتیش (ہاکی) ☆ پریرنا بھمبری (لان ٹینس) ☆ مندیپ انتل (ہاکی) ☆ سرپریت سنگھ (نشانہ باز) ☆ تشکر کھانڈیکر (ہاکی) وغیرہ۔

☆☆☆

Group Photos

MA 2nd Year

M.A. 1st Year

Group Photos

BA 3rd Year

BA 2nd Year

B.A. 1st Year

Convocation Day

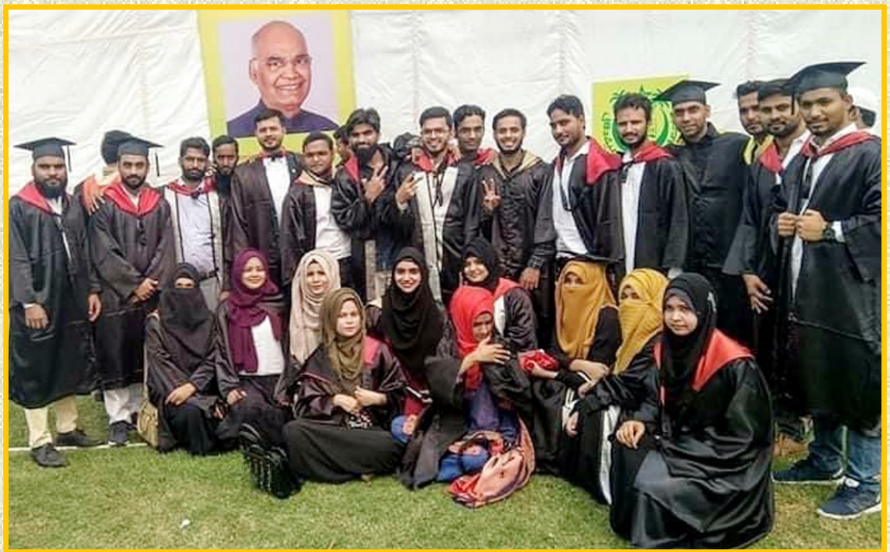

Convocation Day

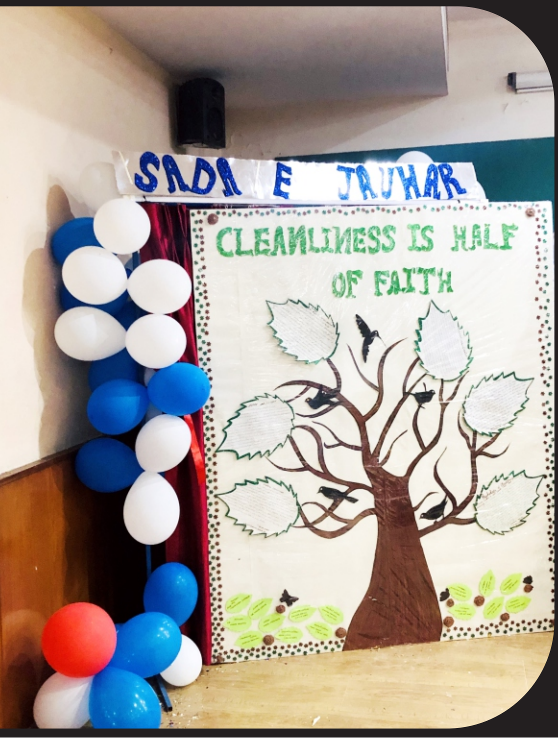

Freshers Party

Freshers Party

Lecture on Essay Writing

Matri Bhasha Diwas

Orientation Programme

سیمینار بموضوع عہد وسطی کے آثار قدیمہ

سیمینار

بموضوع

مولانا ابوالکلام آزاد: حیات وخدمات

Junaid Ahmad
Vice President

Mohammad Shadab
General Secretary

Subject Association & Editorial Team

Mohammad Salim
Joint Sec Secretary

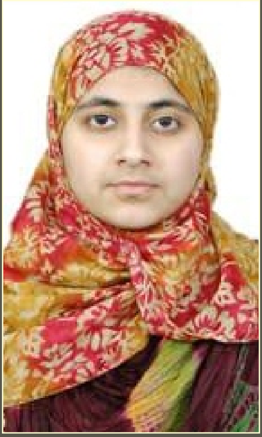

Mariya Assim
Joint Sec Secretary

Teacher's Day

Travelogue Session

vigilance awareness week

Women's Day

انا ❤ اللغة العربية

Students Workshop on
Status of Women in Islam
Celebrating
Prof. Farida Khanam
6th March, 2020
11 am
Department of Islamic Studies

Educational Tour

Educational Tour

Educational Tour

Contribution of Zakir Hussain in Jamia Millia Islamia

Shehwar Parvez
M. A. Final year

> **"Shikayat na karta Zamane se koi agar**
> **Maan jata manane se koi phir kisi ko**
> **Yaad karta na koi agar**
> **Bhool jata hai bhulane se koi"**

Today I talk about one of the prominent personalities of Jamia Millia Islamia. But before that I would like to put some light on a brief description about Jamia Millia Islamia.

JMI has become a modern and lively university. But it is an institution with a past that sets it part from other educational institutions in India. It has history of tolerance and an identity exclusively its own. Now I am very proud of my University as it celebrates its 100 years in this pandemic. Historically, JMI is a result of anti-colonial movement in India, and the idea behind its establishment was to set up an educational institution without the interference of British government and to promote the national movement.

It was envisaged that academic atmosphere of this educational institution would be based on Islamic characteristics and would fulfill the aspirations of India. Dr. Zakir Hussain was an Indian economist and politician who served as the third president of India from 13 may 1967 until his death on 3 May 1969. He proved himself to be a strong believer in the intellectual integrity of the university in India. He believed education was the master and the politics of

> **Dr. Zakir Hussain secure a respectful space in the field of education after he joined Jamia Millia. In 1926 Zakir Hussain accepted Jamia as a way of life even it was said 'Zakir was a Jamia and Jamia was Zakir'. He was appointed as the Sheikh-ul-Jamia when Jamia was being operated in a small building in Karol Bagh. Later Jamia was shifted into a big campus in Okhla.**

the servant. He is the 3rd president having a deep understanding of politics was subservient to the importance of education. On the 8 February 1897 he was born into an upper middle class family in Hyderabad. His primary education started with residential school. After that Zakir Hussain joined Muhammadan Anglo-Indian Oriental College at Aligarh. Dr. Hussain had all the qualities of a politician but he was a huge educationalist at heart. He says "those who think that their education completes after coming out of the college are thoroughly mistaken".

Dr. Zakir Hussain secure a respectful space in the field of education after he joined Jamia Millia. In 1926 Zakir Hussain accepted Jamia as a way of life even it was said 'Zakir was a Jamia and Jamia was Zakir'. He was appointed as the Sheikh-ul-Jamia when Jamia was being operated in a small building in Karol Bagh. Later Jamia was shifted into a big campus in Okhla. When Dr. Zakir met MK Gandhi in Sabarmati Ashram in 1926 he told him "Jamia itself is totally committed to train the soldiers for the war of independence.

"Jamia was born in times when the two major communities, the Hindus and Muslims joined hand in hand in concentrated effort" He added.

Dr. Zakir Hussain proved himself to be a strong believer in the intellectual integrity of universities in India. He believed that collaboration of advanced learning and research was the best way to empower a country.

Dr. Zakir Hussain proved himself to be a strong believer in the intellectual integrity of universities in India. He believed that collaboration of advanced learning and research was the best way to empower a country.

JAMIA MILLIA AT A GLANCE

AAISHA USMANI
(B.A, 1st year)

J.M.I was founded at Aligarh in 1920 during the Khalifat non-cooperation movement in response to gandiji's call to boycott government – supported educational institutions. In Urdu Jamia means 'university' Millia means national.

Shaikhul hind maulana Hasan, maulana Muhammad Ali Hakim Ajmal Khan, D.R ZAKIR HUSSAIN. These illustrious personalities along with some others founded Jamia Millia Islamia. Before Independence in 1922, Gandhi ji called off the non- cooperation movement and Mustafa Kamal Ataturk declared the end of the khalifat in 1924.

That time jamia saw itself in a great crisis and was not getting funds because some thought it had achieved its mission as other believed that the institution has loss's its purpose with end of the non- cooperation movement.

As the crisis loomed large. Jamia shifted from Aligarh to Karol Bagh in new Delhi in 1925 at that time Gandhi ji says that the Jamia has to run if you worried about it finanus. I will about with a begging bowl.

On 1925when Jamia was reestablishing in Delhi. Jamia had invented various different invention first time prudential education was introduced and established training ante for teachers it was first Indian industitution

Who had started giving training to teachers then again Jamia was shifted in 1935. Jamia's youngest student Abdul Aziz established first based of Jamia.it was idea of D.R Zakir hussain who was first vice-canceller of Jamia.

In 1963, J.M.I was declared a deemed university under section 2 of the university grants commission act. Jamia was declared a central university as per J.M.I act 1988 passed by the parliament on 26th December 1988.

Now, J.M.I there are 56 PHD Programs, 80 masters programs,15 post graduate – diploma, 56 graduation courses and many certificates courses and other courses are helding J.M.I. Jamia Mass Communication is one of the greatest Institution of India.

In 1971, Jamia started the Zakir Hussain institute Islamic studies to honor D.R Zakir hussain.

The objectives of Jamia are to disseminate advanced knowledge and provide instructional research and extension facilities in various branches of learning.

The Jamia is always striving for innovations in education leading to restricting of courses new methods of teaching and learning and integrated development of personality and is consistently upholding its principal of national integration secularism and international understanding.

D.R ZAKIR HUSSAIN:

His Educational Philosophy

Abreena Gulzar
(B.A, 1st year)

- Born in 1097, D.R Zakir Hussain want out to become the third President of India. He was the first Muslim president of India by nature.
- and a man of great intellect. He was also the recipient of Bharat Ratna, India's highest civilian honor, in 1963

D.R Zakir Hussain was the Co-founder of Jamia Millia Islamia University. New Delhi and being a humanist philosopher who believed that education must be developed in balance, where the abilities and capabilities should be formed in write proportions. He embraced the idea rent education is about self – actualization. According to him, "education is not only to know the unknown but also that with which inmate education they were born com develop them accordingly, education is about total development of human brain,"

He wants his country to be from caste and creed deference's religion based and unemployment but the country will should be Co- operative, trust, worthy, friendly and able.

His ideas clearly indicates that a nations character of judged by the character of its people and once people tends to increase their values morals and intellect, a nation then would rise all by itself Zakir Hussain was also for the social and culture aims of education. He believed in an education which permits its students to in calcite value and ethics in them in it should be deemed as a grave insult and humiliation for a student should be chooses education for materialistic is merely earning wealth and luxury.

D.R Zakir Hussain tried to give a new shape and form of educational thoughts of Mahatma Gandhi through Jamia Millia Islamia. He always tried to push for an idea education system in India. Through education he always wanted to develop human's values in students besides elevating traits, proficiency and intellect. Accordingly to him the fundamental guiding principles of our educational reconstruction should be the principal of work and principal of social orientation. Principal of work, accordingly to him that, all work is not educative. It is educative only when it is preceded by mental effort for only work is genially educative that serves some, value higher than our selfish ends and to which we are devoted.

Principle of social orientation he means," the growing child undergoing the process of education most grow and flourish in the service of others and manually social work only in such works does social responsibility became more than a phrase.

. These two principals were well imbibed in all the actions of D.R Zakir Hussain in farming the educational of Jamia Millia Islamia , from the elementary school to the university from places of collecting and forgetting information to places of the discovery of knowledge and its use, from seats of the vertical intellectual one sidedness to these of practical human many sidedness from places from individual selfishness to those of devotion to social

PROFESSOR MUHAMMAD MUJEEB

Aliza Khan
(B.A, 1st year)

INTRODUCTION

Born on 30 October 1902 in Lucknow, Uttar Pradesh in a reputed family, Mohammad Mujeeb was an eminent historian, educationist and scholar had the privilege to acquire education in the best institutions. Mohammad Mujeeb served the nationalist cause through his commitment to academics and education and serving Jamia Millia Islamia , since 1926 as Professor of History and as Vice Chancellor from1948–73. Mohammad Mujeeb mastered several languages including Urdu, English, Russian, German and French. The Indian Muslims is his magnum opus though Mohammad Mujeeb has many more books, dramas and articles in Urdu and English to his credit. Mohammad Mujeeb was widely travelled and represented India at the UNESCO and UN General Assembly. He was member of several prestigious institutions including Taraqqui Urdu Board, Hindustani Talimi Sangh and the Sahitya Akademi. The Government of India honored him with the Padma Bhushan in 1965 for his contribution in the field of literature and education.

LIFE AND EDUCATION

Mohammad Mujeeb was born on 30 October 1902 in Lucknow, Uttar Pradesh in an affluent and aristocratic zamindar family. Members of Mujeeb's family drew from diverse streams like politics, business, law and arts, and each made their mark in the profession their own ways. Mohammad Mujeeb was given traditional education at home. He also received at home the first lessons in Arabic and then Quran Sharif was introduced. Mohammad Mujeeb married Begum Asifa in a respected family of Sandilya in 1929. Begum Asifa was daughter of Maqbool Hasan, an affluent and successful Advocate of Hardoi. It was around four-five years of age that Mujeeb was enrolled in Loretto Convent at Lucknow. This was the first school that Mujeeb went. When Mujeeb was around twelve years of age he came out of Loretto Convent and was enrolled in a Muslim school for a year. Mujeeb studied in Cambridge Preparatory School in Dehradun and received education according to Cambridge University course. At the age of seventeen years in 1919, Mujeeb went to New College, Oxford where Mujeeb chose to study history. Mohammad Mujeeb's interest to learn languages also enhanced in England and he learnt French. Mujeeb realized that he was more inclined towards literature than history. He became very interested in Russian literature. Mujeeb completed his studies and graduated in History in 1922 from New College, Oxford. Mujeeb was advised to learn printing from Germany. Mujeeb had met Abid Husain in Oxford while the latter was doing his research and Abid Husain liked talking in Urdu that impressed Mujeeb. Abid Husain at this juncture faced financial crisis, he also decided to move to Germany. Mohammad Mujeeb and Abid Husain were staying as paying guests in Herr Schwaner's house at Berlin. When Zakir Husain reached Germany in September 1922.He also joined them and stayed as paying guest at the same house. After

staying in Berlin for a year, Mujeeb moved to Leipzig to learn the higher and finer arts of printing. Mujeeb stayed in Germany for a period of four years from 1922-26. He polished his capacities in arts and languages and learnt German, French and Russian languages besides trying his hand in printing.

TENURE AT JAMIA MILLIA ISLAMIA

Muhammad Mujeeb, Zakir Husain and Abid Husain joined Jamia in February 1926 and the team was welcomed with open hands and enthusiastically by the *Jamia Biradari*. Th eir coming led to the dawn of a new era in Jamia Millia Islamia and the institution started undertaking changes. Mujeeb became Professor of history. Mujeeb taught the history of India and England in Urdu. His students helped him in translating English words in Urdu. Mujeeb said to them that as he had memorized the Bible, his English was fine but he faced challenge with Urdu and wondered as to how to improve Urdu. It was then Mujeeb started writing in Urdu and evolved his own style of writing. As it was considered important to write for journal *Jamia,* Mujeeb started writing for the journal. Mujeeb became in-charge of the newly established Jamia Press at Daryagunj, Delhi in 1928. Press in Jamia was opened with financial assistance of his father (Mohammad Nasim) and it could run only for two years. Mujeeb wanted to set the quality and standard of press as was in European countries. However this was an expectation that could not be met given the time and condition in India then and as Mujeeb also found mental incompatibility with this work, the press was finally closed down. There were other constraints as well. The initial group of teachers in Jamia was faced with severe austerities since the university in consonance with the principle of Non-Cooperation with the British did not take any government aid and depended solely on nationalist support and initiative. Likewise, Mujeeb chose to work in Jamia at a salary of rupees seventy five rupees per month that was challenging. Zakir Husain founded the Anjumane-Talimi-Milli in 1928 and its members including Mohammad Mujeeb and Shafi qur Rehman signed the pledge to serve Jamia for next twenty years on a monthly salary of not more than rupees hundred and fifty. Joining of Jamia was a choice made by Mujeeb much against the wish of his family and friends. He was dissuaded by some close members of his family and relatives not to join Jamia on such a low salary. Mujeeb said that such assessments never featured when he chose to join Jamia. In the chapter 'Speaking for Myself' Mujeeb raised a philosophical question about himself that he admits he had been asking very oft en to himself that "*whether am I wanted or not wanted." Talking about his experiences in Jamia, Mujeeb admitted that "working in the Jamia made me feel that he could live a full life even if, according to any reckoning, he was classified as unwanted".* Mohammad Mujeeb assisted Zakir Husain in day to day functioning of the university. The Government of India committee gave recognition to Jamia's degree by 1945 while Zakir Husain was its Vice Chancellor. The next year marked the Jashn-e-Simin (Silver Jubilee Celebration). A year after the celebration in 1947, Mujeeb was appointed the Pro-Vice Chancellor of Jamia to assist Zakir Husain and he became Vice Chancellor of Jamia in 1948 after Zakir Husain joined Aligarh as its Vice Chancellor. Mohammad Mujeeb took charge of the office

Mohammad Mujeeb served the office of Vice Chancellor for a period of twenty-five years up to his retirement in 1973, the longest term ever served by any Vice-Chancellor of Jamia. During his term as Vice Chancellor, Mujeeb played instrumental role in bringing infrastructural development and introduction of various academic and technical courses in Jamia.

of Vice Chancellor Jamia on 8 October 1948. Mohammad Mujeeb served the office of Vice Chancellor for a period of twenty-five years up to his retirement in 1973, the longest term ever served by any Vice-Chancellor of Jamia. During his term as Vice Chancellor, Mujeeb played instrumental role in bringing infrastructural development and introduction of various academic and technical courses in Jamia.

OTHER CONTRIBUTIONS

Mohammad Mujeeb contributed to other issues of national development and initiated and headed several organizations. The Taraqqui Urdu Board (replaced by National Council for Promotion of Urdu Language since 1996) was set up by the Indian Government with the initiative and efforts of Mohammad Mujeeb and Mujeeb headed Taraqqui Urdu Board for years. After the establishment of The Central Religious Educational Board, Mohammad Mujeeb was appointed its Joint Secretary in 1955. He became member of the Adre Tahrir (Editorial Board) of monthly magazine *Aaj Kal* published from Delhi in December 1956. Mujeeb was a member of Union Government's appointed committee in early 1960s to suggest recommendations on the review and reform of Muslim Personal Law. The committee had Hafiz Mohammad Ibrahim, Humayun Kabir and Begum Anis Kidwai among others as its members. Mujeeb was nominated member to the National Integration Committee by the Government of India in 1962. On the call of Jawaharlal Nehru, Mujeeb accepted membership of National Integration Council. Nehru associated Zakir Husain and Mujeeb with Planning Commission to develop an integrated approach to education. Mohammad Mujeeb served as member of Hindustani Talimi Sangh and Sahitya Akademi. Mohammad Mujeeb was widely travelled and lectured in several national and international institutions. He visited countries including Liberia, China, Russia, Yugoslavia, Turkey, United Kingdom and United States of America as member of delegations and seminars. Mohammad Mujeeb represented India at various forums internationally. He represented Government of India in the United Nations General Assembly in 1949 and travelled to China in the Indo-China Friendship Committee Delegation in 1951. He went to Geneva and Paris in 1952 and represented Government of India in the meeting of UNESCO in 1954. On 20 September 1954, Mujeeb visited Yugoslavia. Mohammad Mujeeb was nominated member of delegation constituted by the Government of India to study the educational system of Russia in 1956. Mujeeb delivered the Welcome Address in the tenth annual session of the World Confederation of Organisation of the Teaching Profession (Washington) on 27 July 1961. It was convened from 27 July till 07 August in New Delhi. He visited Canada in capacity of Visiting Professor of Mc Gill University, Montreal in September 1961 and returned to Jamia Millia Islamia from Mc Gill University in 1962. The same year, Mujeeb represented India in the meeting of the religious scholars from different religions from diverse countries at the conference in Germany. Mujeeb delivered the Convocation Address at the 14th convocation at Shibli National College, Azamgarh on 20 February 1965. Mohammad Mujeeb went to America to deliver lectures on Mirza Ghalib in various American Universities in April 1970.

1 DEATH

Mohammad Mujeeb passed away on 20 January 1985 in Delhi and was laid to rest in Jamia Millia Islamia cemetery. Rajiv Gandhi, erstwhile Prime Minister of India expressed his condolence in following words, *"I am aggrieved to learn that Professor Mujeeb is no more. He was a staunch nationalist, a born teacher and a historian of vast erudition and grace... Jamia Millia and the country lose a fine representative of the culture of our land."*

SHEIKH UL HIND
MAULĀNA MAḤMŪD UL ḤASSAN

Junaid Ahmad Khowaja
(M.A, Final year)

Introduction

Maulāna Maḥmūd ul Ḥassan was a Deobandi Muslim Sunni scholar who was active against the British rule in India. For his efforts and scholarship he was given the title "*Sheikh-ul-Hind*" by the Central Khilafat Committee.

Early Life

Maulāna Maḥmūd ul Ḥassan was born in 1851 in the town of Barielly. His father Muhammad Zulfiqār, was a scholar of Arabic language and worked in educational department of the British East India Company. Maḥmūd ul Ḥassan received his education with a strong emphasis on the study of Islam, the Persian language and Urdu. His father sent him to the newly established school of Deoband, where he was one of the first students. He completed his basic studies in 1869-70, after which he studied under the guidance of Maulāna Muhammad Qāsim Nānotvi under whom he graduated in 1873 in Hadith studies. In 1874 he joined Deoband as a teacher and later got promoted to the position of the principal in 1890.

]The Beginning of the Struggle

The First World War (1914-1918) had not begun yet but its portents had begun to appear. The British Government had begun a cold war against the Ottoman Empire and day by day the situation was growing more and more delicate, so much so that the dreadful flames of war blazed up in 1914. This was the period of restlessness and anxiety for Maulāna Maḥmūd-ul-Ḥassan. Such were the circumstances that compelled him to launch a revolutionary movement that prepared a plan to overthrow the British Government through an armed revolution. The period of 1920s was a very calamitous period for the Islamic world. The European powers had decided through a secret pact to disintegrate the Ottoman Empire. The implementations of the pact began with the Italy's invasion of Tripoli, which was then the part of Ottoman territory. France usurped Morocco and started a series of campaigns against the Turks. The way the European nations including England were up in arms against the Turks, had extremely provoked the sentiments of Muslims. The Muslims of the world considered the Ottoman Empire as the bulwark of Islam. As a result great, its reverberations were felt across the masses of the Indian Muslims.

Armed Revolution

In the second decade of the 20th century, Maulāna Maḥmūd-ul-Ḥassan had prepared a plan on a large

scale to finish off the paramount English power in India through an armed revolution for which he had chalked out a well-organized program. A large group of his students and colleagues throughout India awaited his “go-ahead” to put the plan into action. It was a very organized movement which made the atmosphere in the whole of India favorable for her potential freedom. The plan was started at two fronts, one inside the country and the other outside.

The general idea then prevalent was that it was not possible to overthrow the British Raj from India without might and since weapons had been seized from Indians after the World War, it was necessary to obtain foreign help for the supply of arms and soldiers to reinforce the war for independence. In this connection Maulāna Maḥmūd-ul-Ḥassan first invoked the help of Afghanistan as it was easiest to get weapons from there. The Sheikh-ul-Hind established connections with the 'Ulama of North Frontier Providence who had formerly been the students of Deoband. The plan was to spread a network from Afghanistan to India and then at an opportune time, launch an attack on British Raj. Simultaneously, a war of independence was to be started within the country. Since it was necessary to enlist foreign help, he ordered his disciples Ubaidullah Sindhi to go on a special mission to Kabul, and Mian Mansoor to inculcate the sense of *Jihād* in free tribes and himself embarked on a journey to Hejaz to obtain help from the Turks.

Sheikh-ul-Hind Maulāna Maḥmūd-ul-Ḥassan passed on November 30, 1920. His endeavors won him the admiration not only of Muslims but also of Indians across the religious and political spectrum. He became an icon of the Indian Independence Movement and was given the title of “Sheikh-ul-Hind” by the Central Khilafat Committee for his contribution to Islamic sciences and the freedom movement. The Sheikh-ul-Hind Mahmud ul Ḥassan Medical College in Saharanpur is named after him.

Political Journey to Hejaz and Detention in Malta

Despite his old age Sheikh-ul-Hind undertook a journey to Hejaz where he discussed certain important matters with the Ottoman Governor. From Hejaz, via Baghdad and Baluchistan he intended to contact the independent tribes of the Frontier when suddenly, during the Great War, Sharif Hussain, the ruler of Makkah, at the behest of the English officials, apprehended him and handed him over to them. From Makkah the Sheikh-ul-Hind along with his companions were taken to Jeddah and were kept in detention for nearly a month. On January 12, 1917 they were shifted to Malta which was then considered to be the most isolated place in British Empire for most of the subversive prisoners. The Sheikh-ul-Hind along with his companions were detained there for more than three years. After the war was over he was given a permission to return to India and in late 1919, he stepped on the shore of Bombay.

Jamiat Ulama-I-Hind

In November 1919, the revolutionary 'Ulama under the leadership of Sheikh-ul-Hind, on the

occasion of the Khilafat Conference held at Delhi, resolved to constitute a new organization for carrying a non-violent freedom struggle in cooperation with fellow countrymen. The organization was designated as 'Jamiat-e-'Ulama-e-Hind.' Mufti Kifayatullah was elected as first president. The establishment of organization was a turning point in their revolutionary movement as they gave up armed struggle and chose non-violent struggle and adopted non-cooperation initiated by the Indian National Congress. The strategy eventually proved beneficiary to the eventual attainment of the freedom of the country.

Foundation of Jamia Millia Islamia

After his arrival in India, when Sheikh-ul-Hind joined the Khilafat movement and issued a *fatwa* endorsing the non-cooperation movement, it produced such a stir and excitement in the country that people became intent upon closing down even the Muslim University at Aligarh. Although the Sheikh-ul-Hind was very ill at the time, yet he went to Aligarh and inaugurated the Jamia Millia Islamia (later shifted to Delhi). The significant address he delivered on the occasion would always remain memorable in the political history of India.

Tafsīr-e-Uthmani

Sheikh-ul-Hind co-wrote an Urdu exegesis of the Qur'ān, the Tafsīr-e-Uthmani, with Mufti Shabbir Ahmad Uthmani. In addition to the Tafsīr, he also wrote the Aḥsan-ul-Quran, the Al-Abwāb wal Tarājīm, and various other treatises and *fatwas* and political addresses.

Death

Sheikh-ul-Hind Maulāna Maḥmūd-ul-Ḥassan passed on November 30, 1920. His endeavors won him the admiration not only of Muslims but also of Indians across the religious and political spectrum. He became an icon of the Indian Independence Movement and was given the title of "Sheikh-ul-Hind" by the Central Khilafat Committee for his contribution to Islamic sciences and the freedom movement. The Sheikh-ul-Hind Mahmud ul Ḥassan Medical College in Saharanpur is named after him.

MAULANA MUHAMMAD ALI JAUHAR

a man who chose the pen above the sword

Ariba Shabahat
(M.A, final year)

Life will begin again when the tyrant has been vanquished It will be our beginning when you have reached your limits. Above mentioned couplet was written by Maulana Muhammad Ali Jauhar one of the most remarkable personality. 'Maulana Mohammad Ali Jauhar' was born to a lion-hearted mother, popularly known as 'Bi Amma' on 10th December 1878 in the house of Sheikh Abdul Ali Khan at Rampur. He was the youngest among five siblings. After receiving his primary education at home, he moved to Bareilly High School for doing his matriculation. Later he studied at M.A.O. College of Aligarh, affiliated at that time to Allahabad University. By topping the list of successful candidates in University and the State in his B.A. examination, he earned laurels to his alma
mater and home town. In 1897, he was sent to Lincoln College of Oxford for further studies, where he completed his M.A. in Modern History in 1898.

In 1911, he started his first newspaper 'Comrade' in English, which was well received by all sections of the society including the ruling class. This, however, was banned in 1914 for publishing an article 'Choice of Turks' in 1913. Its publication was resumed with great difficulty in 1924 but again discontinued in 1926. His Urdu newspaper 'Hamdard' which started in 1913 was equally popular. This too met the same fate, and publication of its anti British articles resulted in frequent imprisonment of the defiant editor.

Maulana Mohammad Ali Jauhar started his political career as a member of Muslim League in 1906. In 1917 he was unanimously elected as President of Muslim League, while he was still under detention. He joined Indian National Congress in 1919 and became its National President in 1923. He was a staunch supporter of freedom of India and a torch bearer of Khilafat Movement. He led a delegation to London for Khilafat movement in 1920. On his return from England, he established 'Jamia Millia Islamia' in 1920 at Aligarh, which was later shifted to Delhi and is now a leading institution of higher learning in the form of a Central University. In 1930 he participated in the Round Table Conference, despite his ill health, where he gave his famous statement "Either give me freedom or give me two yards place for my grave; I do not want to go back to a slave country". These words proved true and he died on 4th January 1931 in London. His mortal remains were carried to Baitul-Muqadas and buried there on 23rd January 1931. Establishment of Maulana Mohammad Ali Jauhar University in his native town is a humble tribute to this great son of Rampur.

And this is the soul proof that Mualana mohammad Ali Jauhar always prioritize education before everything, Indeed he was a great personality and always be remembered by us.

"The contributions of JAMIA in the Independence struggle"

Ruqaiyya Fahim saifi
(B. A, 1st year)

Jamia Millia Islamia, an institution originally established at Aligarh in United Provinces, India in 1920 became a Central University by an act of the Indian Parliament in 1988. In Urdu language, Jamia means 'University', and Millia means 'National'. If we look at the other part of the name of the university itself i.e Millia(National), it shows what feelings it has for it's country, it shows the feeling of patriotism and indicates towards what service it has rendered in the liberation of the country . Jamia Millia Islamia is one of the few educational institutions which came into being in response to the nationalist call of freedom struggle to boycott educational institutions supported or run by the British colonial rule. It became a dream project of such stalwart national leaders as Mehmud-ul-Hasan, Mohammad Ali Jauhar, Mahatma Gandhi, Hakim Ajmal Khan and the like; and its mentors, teachers and students played a vital role during the Indian struggle for independence.

The British interference in the Muslim world in the first decade of the twentieth century, particularly in Turkey the seat of Ottoman Empire, triggered agitations the world over including India and brought the concept of caliphate into manistream debates of the time. An alumnus and teacher of Darul Uloom Deoband, Maulana Mehmud-ul-Hasan attempted during 1904-14 to organize a national war of independence against Britain with help from the Ottoman Empire. However, he was arrested in Makkah during his support campaign and exiled to Malta for a while.

In the wake of the Turkish War of Independence, a large number of Muslim religious leaders in India began working together around 1919 to campaign for Caliphate. Khilafat Movement was launched in 1919 by an alumnus of Muhammadan Anglo Oriental College Aligarh and also of Oxford University, Maulana Mohammad Ali Jauhar. Mohandas Karamchand Gandhi, who returned to his homeland from South Africa in 1915, became active with both the Congress and Khilafat Movement around that time. He participated in discussions on the importance of 'non-cooperation' with the British government in the meetings of Khilafat Committee which thought to be essential in the wake of Jallianwala Bagh massacre and imposition of Rowlatt Act. Gandhi supported it while persuading its leaders to keep it non-violent. The Committee's June 1920 meeting, also attended by several non-Muslim leaders including Gandhi, finally approved the launch of non-cooperation movement programme of surrender of titles, the boycott of schools, courts and councils, the boycott of foreign goods, the promotion of Hindu-Muslim unity and strict non-violence struggle was taken up. S.N. Sen mentioned in his book, History of the Freedom Movement in India (1857-1947), about the August 1, 1920 letter of Gandhi to the Viceroy, "Gandhi pointed out that the scheme of non-cooperation inaugurated today was essentially in connection with the Khilafat movement and that the Punjab

question had merely given and 'additional' cause."

In the Calcutta session of Indian National Congress in September 1920, the issue of non-cooperation against the British Raj was debated on the insistence of Mahatma Gandhi but without any conclusion. Five months later, in the Nagpur session of Congress in December, the resolution of non-cooperation was again discussed and finally approved in spite of opposition of Mohammad Ali Jinnah, Madan Mohan Malviya and some others.

Thus, the two leading national political platforms of the country, Khilafat Movement and the Congress, jointly spearheaded the non-cooperation movement, which was called Tark-e-Mawalat in Urdu and Asahyog Andolan in Hindi and gave a decisive twist to the struggle for independence. The freedom fighter and eminent Hindi poet, Rambriksh Benipuri, wrote about the non-cooperation movement in these words, "I can assert that no other movement upturned the foundations of Indian society to the extent that the Non-

Cooperation Movement did. From the most humble huts to the high places, from villages to cities, everywhere there was a ferment, a loud echo." As a consequence of the call, many Indians left the British supported educational institutions and established nationalist institutions to provide education in a native perspective. Jamia Millia Islamia was the first nationalist institution that came into existence as a product of non-cooperation movement. Some other similar institutions that followed its establishment comprise Gujarat Vidyapith, Bihar Vidyapith, Tilak Maharashtra Vidyapith, Kasi Vidyapith and the Bengal National University. They all depended on public donations and played a great role in strengthening the struggle. Nationalist schools and colleges had reportedly enrolled 100,000 students by 1922.

When the British government conferred Muhammadan Anglo Oriental College Aligarh the status of a university, i.e. Aligarh Muslim University, in September 1920 many of its teachers, alumni and students left it seeing an unchallengeable
control on its affairs by the colonial powers. They subsequently founded Jamia Millia Islamia at Aligarh itself within the next two months. Jamia Millia Islamia was founded by 18 members of a self-dedicated group of Muslim intellectuals and religious elite called the Founding Committee. All eminent leaders of the non-cooperation movement were in the committee or they supported it even otherwise. Its proposal was agreed upon on 29 October and it was formally inaugurated on 22 November 1920 by Shaikhul Hind Maulana Mahmud Hasan who had just returned on release from Malta. Hakim Ajmal Khan was elected as the first chancellor of the Jamia and Mohammad Ali Jauhar the first vice-chancellor. Dr. Mukhtar Ahmad Ansari and A.M. Khwaja were other important national leaders in the Founding Committee who tirelessly worked for its progress.

With the decline of Khilafat Movement after 1924 due to abolition of Khilafat in Turkey itself, Jamia Millia's public appeal also suffered to some extent, as many of its sponsors were ardent champions of the cause, and the institution faced an acute financial crisis. Hakim Ajmal Khan, who was also a major donor to the Congress, increased his contributions towards the institution. The situation of Jamia Millia Islamia was challenging as compared to many of its contemporaries like Aligarh Muslim University or Banaras Hindu University, which received financial support from the government or the princely states. It was entirely

depended on anti-government public donors. In order to overcome the adverse time, Abdul Majeed Khwaja and Dr Mukhtar Ahmad Ansari traveled to various parts of India especially to use contacts of

Mahatma Gandhi. They also embarked on a few foreign tours to mobilize funds. Gradually, the situation improved which also led to shifting of the institution to Karol Bagh in Delhi in 1925. After some time, many founders of the Jamia got imprisoned by the British government in the wake of Simon Commission's boycott by the Congress in 1927, which again affected its function to some extent. The death of Hakim Ajmal Khan in 1928 gave another major jolt to its survival and a new leadership of Dr Zakir Husain, Dr Abid Husain and Dr Mukhtar Ahmad Ansari emerged to carry on its nationalist mission. One major event of the time was the peasants' revolt in Surat district of Gujarat in 1928. In the entire region, farmers were facing a lot of hardships due to flood and unbearable increase of revenue tax. Gandhiji used his South African contacts with the people of Bardoli Taluk of the area and encouraged farmers to protest. His veteran friends Abbas Tayebji and Imam Abdul Qadir Bavazir of the Satyagrah Ashram of South Africa fame helped him much, apart from many others of his followers from Gujarat and Bombay. The Congress activist Vallabhbhai Patel from Ahmadabad spearheaded the stir which went in history as the Bardoli Satyagrah, an anti-tax movement in Gujarat led by Vallabhbhai Patel. The success of the agitation led to the conferring of the title of 'Sardar' t him by a common woman.

In spite of the fact that several leaders associated with Jamia Millia Islamia were in jail at that time, many students of the institution volunteered themselves for the Bardoli Satyagrah and assured support of Muslim farmers of the area towards its success. At that time, public meetings and protests generally began with the recitation of the Quran and Hindu mantras and some of these students played their part in the former act. The campus of Jamia Millia Islamia was shifted again from Karol Bagh to its present site in Okhla in March 1935. Dr Mukhtar Ahmad Ansari, who succeeded as the chancellor of Jamia Millia, looked over transfer of the institution. Many local and international donors helped in the gradual development of its infrastructure in the new place. Many international scholars also served theuniversity from 1933 to 1943 on the appeal of its erstwhile vice-chancellor Dr

Zakir Husain. One such respectable name of the time remains of Ms Gerda Philipsborn of Germany, popularly called as Aapa Jaan, who died while serving the institution and buried in the campus itself. Dr Zakir Husain defined the objectives of the Jamia in 1938 thus, "The main objective of the Jamia is to develop such a roadmap for the future life of Indian Muslims that could revolve around Islam and become painted with such colors of Indian culture which could match with the universal human civilization."

When the Jamia Millia Society was registered in 1939, its Memorandum of Association, summarized the aims and objects of the Jamia as fellows; "To promote and provide for the religious and secular education of Indians, particularly Muslims, in conformity with sound principles of education and in consonance with the needs of national life and to that end, to establish and maintain suitable educational institutions within the Jamia campus and to set up and organize educational extension centers in Delhi from time to time."

Jamia's financial woes again became acute when the Quit India movement was launched by the Congress in 1942. It was the time when Britain jumped into the World War II. Quit India movement was a nationwide civil disobedience movement declared on 9 August 1942 in Bombay. Instantly, a large number of Congress leaders of all statures were put behind the bar. The campaign was effectively crushed by the colonial rulers. Due to the arrest of major leaders, a young and till then relatively unknown Aruna Asaf Ali presided over the AICC session on 9 August and hoisted the flag. The Congress party was banned thereafter.

A lot of students of Jamia Millia and many nationwide Vidyapiths also worked openly or covertly for the movement. The students at Lucknow and Banaras Hindu University also became active and suffered persecutions of the British vendetta as their counterparts elsewhere. Many associates of Jamia Millia Islamia were arrested including its vice-chancellor Dr Zakir Husain. The founder of Progressive Writers Association and relentless fighter against the imperialist rule in India, Sajjad Zaheer, was also associated with Jamia Millia Islamia formally for a brief period during the non-cooperation movement and informally for a long time till his death in 1973. He influenced many young minds of the time at the Jamia during the critical phase of freedom struggle.

The Silver Jubilee year of the Jamia came in 1946 midst the pre-Partition disturbances. Its celebration gave an opportunity to bring together many leaders of the Congress and the Muslim League on the same dias. Dr. Zakir Hussain made a moving speech on the occasion in which he appealed to the leaders present on there to strive for peace and harmony.

When India finally got freedom on 15 August 1947, Delhi's atmosphere was highly charged with communal sentiments which resulted in unthought-of bloodshed in the national capital all through September and after. Jamia Millia Islamia remained an icon of nationalist struggle for freedom but its school in Karol Bagh was attacked and ransacked soon after India got freedom. Anis Kidwai narrated in her book, In Freedom's Shade, how Dr Zakir Husain was upset on it. She wrote, "One day I heard him (Gandhiji) telling Dr Zakir Husain:

Doctor sahab, some people came to say that they have managed to save some of things that belonged to your school in Karol Bagh. Please go and collect them." Dr Husain did not say anything in response and went away with his gloomy face. She remarked that the riots had caused losses of several lakhs to Jamia School, Publication House and library. Dr Zakir Husain was also assaulted at Jalandhar while traveling to Kashmir but was miraculously saved.

Member Parliament Dr Ram Subhag Singh asked in the Parliament in 1951, the then education minister Maulana Abul Kalam Azad as regards damage to the Jamia during 1947 disturbances. He replied, "Books and furniture lying in the building of Jamia Millia Islamia, Delhi, were damaged and looted during the disturbances in 1947… According to the Jamia Millia authorities, the damage amounted to nearly Rs 5 lakhs." The minister also informed the house that the government had not compensated the damages, as its authorities had not applied for it.

Not only the Jamia School, the Tibbia College in Karol Bagh, established by another freedom fighter Hakim Ajmal Khan in 1916, was also severely devastated by miscreants; and, disgusted with the situation, his survivors left India in December the same year to the country against the idea of which their elder had relentlessly fought all through his life.

In his 2014 lecture, "Partners in Freedom: The Story of Jamia Millia Islamia", the former vice-chancellor of the Jamia, Professor Mushirul Hasan, said, "The founders of Jamia were simultaneously engaged in the freedom movement and in shaping up of Jamia with the same nationalist spirit to serve the cause of the nation." He further said that the idea of 'composite culture' was the core of the non-cooperation movement and the Jamia became the laboratory to experiment it.

Once Dr Mukhtar Ahmad Ansari, one of the founders of Jamia, was highly desperate on financial

difficulties faced by the institution and expressed his desire to leave Jamia Millia Islamia and focus on the larger struggle for freedom. When Jamnalal Bajaj, a close lieutenant of Mahatma Gandhi, learnt about this, he advised him not to do so, as while serving Jamia he was actually serving the cause of the nation. There is no doubt that Jamia Millia Islamia was the product and vehicle of freedom struggle and suffered a lot due to its unique philosophy. It was established in response to popular sentiments against the British oppression and it itself suffered many atrocities due to this. Its idea of 'composite culture' did not appeal to many Muslim leaders and the community failed to appreciate its struggle for a long time. Its 'Islamic' color remained reprehensive for Hindu leadership all through its existence and perhaps yet. Its associates joined Vallabhbhai Patel's Bardoli Satyagrah in 1928 in spite of adverse times but when the Jamia Millia was looted and ransacked in September 1947 during communal bloodshed in Delhi, Patel did not come to its rescue from being damaged by communal elements although he became home minister of the country by that time. It is really strange that the institution which did not expect any formal recognition from the British Raj due to obvious reasons was not granted university status by the UGC for a long time in the independent India as well and only after 15 years of freedom it formally became a deemed university. Its minority status was acquired after many efforts in 2011 but it had been challenged in the court by radical Hindus. It is in spite of the fact that more than half of its students are generally not Muslims. The matter is presently sub judice. The N tional Commission for Minority Educational Institutions, which sanctioned its 'minority status', was punished by the erstwhile union minister of HRD Kapil Sibbal by blocking statutory payment to its recurring expenses including staff salaries for about six months.

There were some affirmative moments too. Dr Zakir Husain, the longest serving vice-chancellor of Jamia Millia Islamia, was made vice-president of India for a five year term of 1962-67 and then the country's president in 1967, but he died while in office for almost two years. He was conferred Bharat Ratna the highest civilian award of India in 1963. The Government of India issued a stamp on 29 October 1970 in commemoration of Jamia's golden jubilee. The university was turned into a central university in 1988.

Nevertheless, Jamia's vision, diehard efforts of its founders and teachers to stand against all adversities and the due government patronage for quite some time made the university to proudly emerge on the firmament of higher education of the country. Now, it is the 7th best university in the country. The series of sacrifices and sufferings of Jamia Millia Islamia through the freedom struggle can be concluded in these historic words of the national leader of freedom movement and poetess Sarojini Naidu, who said about it, "Jamia Millia Islamia was built stone by stone and sacrifice by sacrifice." However, Jawaharlal Nehru, the first prime minister of the country and the national leader, said that Jamia is a ""lusty child of the non-cooperation days." "Jamia had a glorious past. As a national heritage, it deserves a glorious future. It must become a unique university like the unique school it began. Jamia has to reinvent itself in order to achieve its manifest destiny, as a vital contribution of the Muslim community to the making of future India" an eminent Muslim leader Sayed Shahabuddin concluded in his article: How to revive the spirit of Jamia Millia?

SUBJECT ASSOCIATION

DEPARTMENT OF ISLAMIC STUDIES

2019-2020
ANNUAL REPORT

At par with the other departments of Jamia Millia Islamia, the yearly selection of Subject Association was carried out in Department of Islamic Studies. Under the Subject Association, students were given the opportune moments to take part in educational and cultural activities and reveal their hidden talents. The Subject Association is prominent in this regard in the entire university. Keeping up with the tradition, the Hon'ble HoD, Prof. (Dr.) Mohammad Ishaque headed the Association and Dr. Mohd Arshad functioned as the Advisor under whose guidance, the following students were elected for the different titles of the Subject Association:

Vice-President	Junaid Ahmad Khowaja
General Secretary	Shadab Alam
Joint Secretary	Abu Salim Yahya,
	Mariya Aasim

Each member of the Subject Association represents their class. Students who were selected as representatives this year are as following:

Junaid Khowaja, Shehnaz Parveen	M.A. Sem IV
Shadab Alam, Aliza Bano	M.A. Sem I
Abu Salim , Uvaish Khan	B.A. Sem IV
Abdus Sami , Mariya Aasim	B.A. Sem III
Umar Farooque , Sidra Khan	B.A. Sem I

Throughout the year various events were organized by Subject Association and Editorial Board, the details of which are given below:

1. A Freshers' Party and reception program was organized on October 3, 2019 for new students enrolled in the Department. As per tradition Mr. Fresher and Ms. Fresher were chosen from B.A. First Year and M.A. First Year. Mr. Sajad Ali and Ms. Aqleema Zameer were chosen as Mr. Fresher as Ms. Fresher from M.A. First Year,

respectively, and Mr. Mohd Akram and Ms. Abreena Gulzar from B.A. First Year were chosen as Mr. Fresher and Ms. Fresher, respectively. Professor Razi Ahmad Kamal was the chief guest on the occasion who also launched a special issue of the annual magazine "*Sada –e- Jauhar.*"

2. On July 31, 2019, an Orientation Program was organized in the Department where newly admitted students got a chance to interact with teachers.
3. On September 05, 2019, Teachers Day was celebrated in the Department.
4. On October 18, 2019, an Essay Writing Competition was held in the Department.
5. On November 01, 2019, in Vigilance Awareness Week, an Extempore Speech Composition Program was organized by the Subject Association on the topic "SAY NO TO CORRUPTION" and many students participated in the program.
6. On November 2, 2019, a One-Day "*Delhi Darshan*" Historical and Educational Tour was organized by the Subject Association.
7. On November 11, 2019, Education Day was celebrated on the occasion of Maulāna Abul Kalām Azād's birthday, during which many students presented papers and teachers gave lectures related to the life and works of Maulāna Azād.
8. On February 21, 2020, the International Mother Language Day was celebrated at the Department and different programs were organized like: On-Spot Hindi essay writing, Hindi speech competition and Hindi Doha.
9. On March 6, 2020, on the eve of Women's Day, a program was organized in the Department and Prof. Farida Khanum was the chief guest of the program.

The Subject Association was looking forward to organizing other innovative events and programs to continue providing the students of the Department the opportunities to hone their talents under the guidance of the Department. However, the sudden onslaught of the global pandemic Covid-19 hindered the Association's efforts in addition to the obvious bringing to a halt of all the academic-social activities of the University.

Junaid Ahmad Khowaja
Vice President

Shafiur Rahman Khan
Managing Editor

Annual Report
of

SADA-E-JAUHAR

2019-2020

The subject association of department of Islamic studies is distinguished throughout the University for its Extra Ordinary Performance's throughout the years. Under the subject association students take part in man educational and cultural activities and reveal their hidden talent. The subject association of department has formed a separate organization under the name of "Editorial Board". The organization publishes a monthly magazine called "SADA-E-JAUHAR". In addition to this a yearly magazine is also published under a specific title which includes the best of articles written by the students of the department. Like every other year the selection of Editorial Board was carried out in the department and the following officials were selected under the guidance of the advisor to the subject association Dr Mohd Arshad :

MANAGING EDITOR	**SHAFI UR RAHMAN KHAN**
EDITOR	**MALIK MEHMOOD**
ASSOCIATE EDITOR	**SHEHWAR PARVEZ**
ASSOCIATE EDITOR	**ABDUL MAJID REHMANI**
ASSISTANT EDITOR	**SHEHNAZ PARVEEN**
ASSISTANT EDITOR	**MOHD YOUSUF**

MEMBERS:

ALIZA KHAN
NAUREEN FAIZ
KHURSHEED AHMAD
MOHD HUSSAIN
INZAMAMUL QUAYUM
SHAMSUDDIN

In the year 2019-2020, some new programs were introduced by "Editorial Board" that are as following:

1. For the first time our magazine was uploaded on the official website of Jamia Millia Islamia to become globally famous.
   https://www.jmi.ac.in/islamicstudies/sada-e-jauhar

2. A special edition on vigilance week was introduced.
3. Top 03 articles of Sada-e-Jauhar are published in famous magazines of the country.
4. A question wall was introduced in the department by Editorial Board.
5. An open book library was started where students got chance to get books free of cost for reading.
6. A wisdom wall was also introduced, which was a new innovation in the department.
7. A poetry column was also added in the magazine.
8. Magazine is now also available in the form of PDF which is forwarded to the every department of the university.
9. To improve our courage and self-confidence many competitions were also organized by the editorial board like essay writing and poetry writing.
10. Awards were also given to the students for best written articles and most written articles.

NOTE: we were looking forward to organize many other innovative events and programs, However because of the global pandemic COVID-19 we were forced to stop all our activities .And with hope when it as all over we will be organizing all the programs which were left half way down .(inshallah).

We are thankful to our whole team of Sada-e-Jauhar, Our teachers and coordinators who supported us throughout the way in achieving our goals.

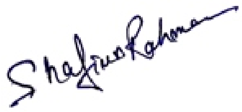

Shafi Ur Rahman Khan
Managing Editor

ماہنامہ ’وال میگزین‘ کی جھلکیاں

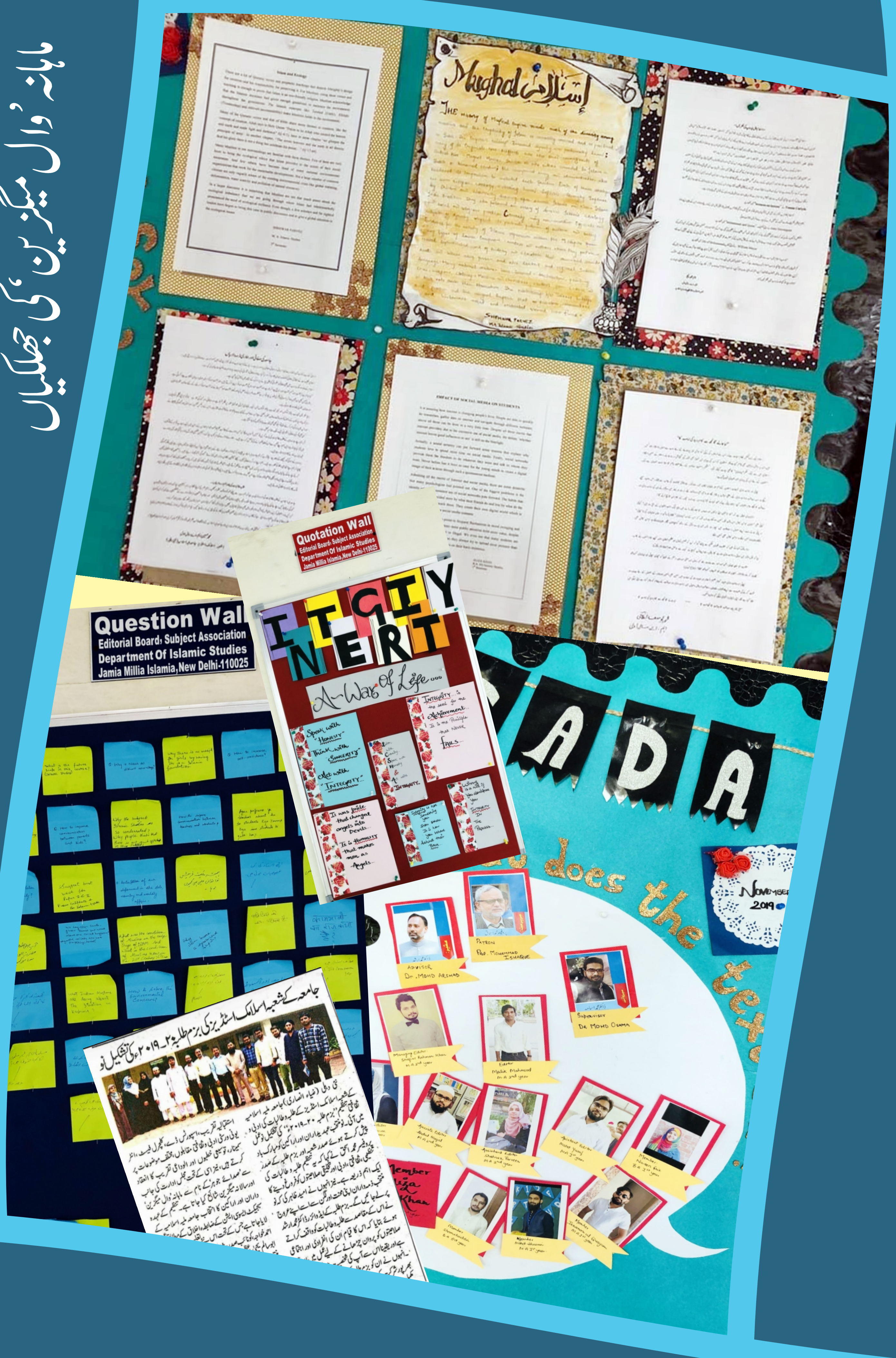

SADA-E-JAUHAR

DEPTT. OF ISLAMIC STUDIES JMI

JAMIA MILLIA ISLAMIA: Hundred Years of History and Contributions

MAULANA MUHAMMAD ALI JAUHAR

Maulana Muhammad Ali was a man who chose Pen over Sword, Jauhar was his pen name.He possessed remarkable brilliance as a writer, orator, poet, leader and scholar. Apart from this he was an influential Journalist, a passionate Freedom Fighter and a torch bearer of Khilafat Movement. Maulana wished not to get buried in “Slave India”, this shows his determination in his fight for the freedom of India. He died in London and his mortal remains were buried in the holy land of Jerusalem.Maulana was one of the founders of Jamia Millia Islamia and its first Vice Chancellor. The annual magazine of the Department of Islamic Studies “Sada-E-Jauhar” indicated as “The Voice Of Jauhar” is a humble tribute to this great and versatile personality. This is a small effort to keep his words and work alive in the hearts and minds of the students. This magazine covers the relevant topics of Islamic Studies and contemporary world issues.